اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ

افاداتِ امام ابنِ تیمیہ رح اردو

رسائل شیخ الاسلام
امام ابن تیمیہ
رحمۃ اللہ علیہ

- زیارت بیت المقدس • قضاو قدر
- عبادات میں نیت • مسائل نیت
- ہجر جمیل و صبر جمیل • فقر و تصوّف
- الوصیۃ الصغریٰ • درجات الیقین

مقالہ حافظ ابنِ القیم رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد الوریٰ الی ذم الہویٰ

ترجمہ ——— حافظ محمد زکریا (مرحوم)

ناشر

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور

رسائل شیخ الاسلام
امام ابن تیمیہ
رحمۃ اللہ علیہ

- زیارت بیت المقدس • قضاء و قدر
- عبادات میں نیت • مسائل نیت
- ہجر جمیل و صبر جمیل • فقر و تصوف
- الوصیۃ الصغریٰ • درجات الیقین

متقالہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد الوریٰ الی ذم الھویٰ

ترجمہ ——— حافظ محمد زکریا (مرحوم)

——— ناشر ———

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

سلسلہ مطبوعات ۳۹

نگران طباعت واشاعت ـــ ـــ ـــ احمد شاکر

مطبع ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ طبع فی المطبعۃ العربیۃ
۳۰ - لیک روڈ ، بالمقابل شی چیمبر ، پرانی انارکلی ، لاہور پنجاب

ناشر ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ المکتبۃ السلفیۃ ، لاہور

تاریخ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ
مئی ۱۹۸۱ء

واحد تقسیم کار

دار الکتب السلفیہ شیش محل روڈ ـــ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر (طبع سوم)

الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

افادات امام ابن تیمیہؒ کی یہ تیسری اشاعت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی پہلی طبع مترجم مرحوم نے خود — "تقریباً" — ۱۹۴۶ء میں طبع کرائی تھی۔ پھر بتوفیقہ تعالیٰ برسوں کی نایابی کے بعد طبع دوم "المکتبۃ السلفیۃ" نے بعض تبدیلیوں کے ساتھ ۱۹۷۲ء میں شائع کی تھی۔

اب الحمد للہ اس کی طبع سوم المکتبۃ السلفیۃ پہلی دونوں اشاعتوں سے خوبصورت اور جاذب انداز میں پیش کر رہا ہے۔ امید ہے قارئین حسب سابق پذیرائی بخشیں گے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم اس صدقہ جاریہ کا مرحوم مترجم اور ان کے والد گرامی مولانا میاں محمد باقر صاحب علیہ الرحمۃ — م ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء — کو اجر جزیل عطا فرمائے اور طالبان حق کے لیے اس کو نافع اور مفید بنائے۔ آمین۔

احمد شاکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

کتاب "افادات ابن تیمیہ" شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ قدس اللہ روحہ اور ان کے تلمیذِ رشید حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تحریروں کے تراجم پر مشتمل ہے اوّل الذکر کے آٹھ رسالوں کا ترجمہ ہے جن میں سے چھ رسالے مجموعۃ الرسائل الکبریٰ (طبع مصر) میں ہیں اور وہ یہ ہیں زیارت بیت المقدس قصداً، وقدرِ عبادات میں نیت، مسائل نیت، الوصیۃ الکبریٰ اور درجات الیقین اور دو رسالے۔ ہجر جمیل، صفح جمیل اور صبر جمیل۔ اور فقر و تصوف مجموعۃ الرسائل والمسائل (الشیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ) جلد اوّل میں مطبوع ہیں۔ جس کو سید علامہ محمد رشید رضا مرحوم نے اپنے مطبعۃ المنار (مصر) سے عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔

اور آخر الذکر کی مشہور اصلاحی اور ادبی کتاب روضۃ المحبین کے آخری باب الباب التاسع والعشرون فی ذم الھویٰ وما فی مخالفتہ من نیل المنیٰ کا ترجمہ ہے۔ جس پر عنوان ارشاد الوریٰ الی ذم الھویٰ۔ مترجم مرحوم کا اپنا ہے۔

اس کتاب کو اس کے مترجم مولانا محمد زکریا (ولادت ۱۳۳۲ھ وفات ۱۳۶۸ھ) بن مولانا میاں محمد باقر صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ (ساکن جھوک دادو طور ضلع لائل پور) نے قبل تقسیم شائع کیا تھا۔ تاریخ طبع درج نہیں جہاں تک یاد پڑتا ہے شاید ۱۹۴۶ء کے لگ بھگ امرتسر (مرحوم) کے ثنائی برقی پریس میں طبع ہوئی تھی۔

برسوں کی نایابی کے بعد "المکتبۃ السلفیہ" کو طباعت ثانیہ کی توفیقِ تعالیٰ سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اشاعتِ حاضرہ میں سہولتِ قارئین کی خاطر ایک تو قدرے ترتیب بدل دی گئی یعنی طبع اوّل میں روضۃ المحبین کے باب کا ترجمہ شروع میں تھا اب اس کو آخر میں کر دیا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ طبع اوّل میں رسالہ "فقر و تصوف" اس وجہ سے جس کا ذکر مترجمؒ نے صفحہ ۱۱ (طبع اول) کے ذیلی نوٹ میں کر دیا تھا ضمنی سا بن کر رہ گیا تھا۔ اس اشاعت میں "چھٹا رسالہ" کے عنوان سے اس کو مستقل حیثیت دے دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں بعض بعض عنوان بھی مختصر کر دیئے گئے ہیں پھر اس سبب سے ٹائٹل اور فہرست میں بھی تبدیلیاں کرنے سے چارۂ کار نہ تھا ——— دعا ہے اللہ تعالیٰ مترجم مرحوم کو اس صدقہ جاریہ پر اجر جزیل کے ساتھ نوازے اور اپنے بندوں کے لیے اس کو نافع بنائے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ (خاکسار: محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ (طبع اوّل)

(از مترجم)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اور آپ کے تلمیذ رشید حافظ ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ) کی شخصیتیں محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے ساتویں صدی کے آخری نصف اور آٹھویں کے پہلے نصف دور میں فرق باطلہ اور عقائد واہیہ کے خلاف سیف و سنان اور قلم و زبان سے اس قدر جہاد کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کے بڑے بڑے لیکچرار، اہل علم و اہل قلم اور بڑے بڑے فلسفہ دان قاصر ہیں۔

شرک و بدعات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو دیکھ کر وہ روپوش ہونے والے نہیں تھے۔ کفر و الحاد کے سیلاب کے سامنے سکوت و خاموشی اور کنارہ کشی کرنا انہوں نے نہیں سیکھا تھا۔ بلکہ وہ مرد میدان تھے۔ صرف قلم پر ہی ان کی حکمرانی نہ تھی۔ بلکہ وہ تلوار کے بھی دھنی تھے۔ وہ داعیان کفر و الحاد اور مفسدۂ فتنہ پردازوں کے سامنے سر جھکانا نہیں جانتے تھے نہ ہی انہیں بند حجروں کے اندر بیٹھ کر تسبیح گردانی اور دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کرنا آتا تھا۔ بلکہ وہ ایسے مرد مجاہد تھے۔ جنہوں نے دین خالص کی راہ میں نہ صرف اپنے نفس و وجود کو قربان کیا۔ بلکہ آئندہ نسلوں اور تمام خلف امت کے لیے ثبات و استقلال اور استقامت علی السنۃ کی راہ کھول گئے انہیں طرح طرح کے مصائب و تکالیف میں ڈالا گیا، مقدمات میں پھنسایا گیا۔ بیڑیوں میں جکڑا گیا جیلوں میں ٹھونسا گیا، کوڑے مار مار کر دین حق سے پھیرا گیا مگر دین احمد کے ان متوالوں اور نشۂ الٰہی کے نشہ میں مخموروں میں اقامت و اعانت دین کے لیے پہلے سے بھی زیادہ

سپرٹ بھرتی گئی، ان کے بدن میں از سر نو تازگی آتی گئی اور ان کے قلم میں اس قدر جنبش و روانی ہوئی، کہ جس نے عیسائیوں، مادہ پرستوں، اور یونان کے فلسفہ دانوں، کا پود بکھیر کر رکھ دیا۔ وہ علمی مضامین کا گویا ایک بحر ذخار تھے۔ جس کی تلاطم خیز اوج کے سامنے فرقہ ہائے ضالہ قدریہ، جہمیہ، معطلہ، رافضیہ، اہل بدعات، قبر پرست وغیرہ وغیرہ خس و خاشاک کی طرح بہتے نظر آتے ہیں، چنانچہ آج ان ہر دو اماموں کی تصانیف مطبوع ہو کر دنیا کے چپہ چپہ پر پہنچ چکی ہیں، جن کے مطالعہ سے ہر شخص پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی، اور روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ آج بھی ان کی قلم میں راشگاف کے انمول موتی پہلے کی طرح پوری آب و تاب کے ساتھ چمک دمک رہے ہیں۔ مگر ان سے کما حقہ اہل علم و عربی دان حضرات ہی استفادہ کر سکتے تھے اردو دان بچارے اس نعمت عظمیٰ سے محروم چلے آتے تھے۔ اس لیے ہم اپنے مقدور بھر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں چند رسائل کا اردو ترجمہ بنام مجموعۂ افادات ابن تیمیہؒ پیش خدمت کر رہے ہیں۔ اگرچہ ترجمہ کا اصل مقصد عوام الناس تک مصنف کے خیالات کو اصلی حالت اور ایسی بہتر صورت میں پیش کرنا ہوتا ہے کہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ لگ سکے۔ مگر تصنیف کی بجائے ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا ہے خصوصاً شیخ الاسلامؒ جب اپنے مجتہدانہ انداز و دماغ کے ساتھ کسی مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں۔ تو اس کا ترجمہ اور بھی زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں اعتراف ہے کہ ہم ترجمہ کے ذریعہ امام موصوف کے جوہر ظاہر نہیں کر سکتے لہذا جہاں ترجمہ و ادائیگی مطلب میں قصور پائیں۔ اسے ترجمہ کی خامی سمجھیں۔ کیونکہ امام موصوف کا رتبہ پہلے ہی مسلم ہے۔ اب اسے بحال رکھنے کے لیے نئی کوششوں کی ضرورت نہیں۔ رسائل آپ کے سامنے ہیں زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں۔

محمد زکریا

فہرست مضامین مجموعہ رسائل شیخین (اردو)

پہلا رسالہ "زیارتِ بیت المقدس"

دوسرا رسالہ "قضاوقدر"

پانچواں رسالہ

آٹھواں رسالہ درجات الیقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا رسالہ

زیارتِ بیت المقدس شرفہا اللہ

خطبہ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستھدیہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

فصل (۱) قبور انبیاء وصلحا وغیرہ کے سفر کی نذر ماننا

شدِ رحال صحیحین میں بروایت ابوسعیدؓ و ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد کے بغیر کسی مقام کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ یہ حدیث دیگر طرق سے بھی مروی ہے یہ وہ مشہور و مقبول حدیث ہے، جس کی صحت، قبولیت اور تصدیق پر علما کا اجماع ہے۔

عباداتِ مشروعہ کے لیے بیت المقدس کا سفر مستحب ہے عبادات مشروعہ مثلاً نماز و دعا، ذکر، قرأتِ قرآن اعتکاف کے لیے بیت المقدس کے سفر کے مستحب ہونے پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

دعائے سلیمانی صحیح حاکم میں حدیث مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے

تین چیزوں کا سوال کیا (۱) ایسی حکومت جو اس (سلیمان) کے بعد کسی کو مخصوص نہ ہو (۲) ایسا حکم جو فیصلہ الٰہی کے عین موافق ہو (۳) بیت المقدس میں "محض ارادہ نماز سے آنے والے کے لیے مغفرت ذنوب۔"

ابن عمرؓ کا طرزِ عمل اسی لیے ابن عمرؓ بیت المقدس میں آکر (صرف) نماز ادا کرتے اور پانی بھی نہ پیتے کہ مبادا سلیمانی دعا سے محروم رہیں کیونکہ انہوں نے "محض ارادہ نماز سے" کی قید لگائی تھی۔ اس قید کا تقاضا ہے کہ سفر میں اخلاص کی نیت ہو اور یہ کہ اس کی کوئی دنیاوی غرض، اور بدعت کا ارتکاب نہ ہو۔

سفر بیت المقدس کی نذر کا حکم بیت المقدس میں اعتکاف و ادائے نماز کی غرض سے سفر کی منت ماننے والے کی ایفائے نذر کے متعلق امام شافعیؒ کے دو قول ہیں۔

پہلا قول اس نذر کا ایفا واجب ہے، امام مالکؒ و احمد بن حنبل جیسے اکثر ائمہ کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول (ایفائے نذر) واجب نہیں ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے امام ابوحنیفہ کے اس قول کی بنیاد ان کے اس اصول پر ہے کہ اسی نذر کا ایفا واجب ہے، جس کی جنس سے کوئی واجب شرعی (موجود) ہو اسی لیے وہ نماز روزہ، صدقہ، حج اور عمرہ کی نذر کا ایفاء واجب فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس کی جنس کا واجب شرعی (موجود) ہے اور نذر اعتکاف بھی واجب ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اعتکاف بلا روزہ صحیح نہیں۔ یہی مذہب امام مالکؒ کا ہے، نیز امام احمدؒ کی دو روایات میں سے ایک روایت کی بنا پر ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

جمہور کا مسلک لیکن اکثر ائمہ (مذکورہ بالا) کی دلیل حضرت عائشہؓ کی صحیح بخاری کی مرفوع روایت حسن میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔

مَنْ نَذَرَ اَنْ یُطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ وَ مَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَ اللّٰہَ فَلَا یَعْصِہٖ

جو شخص اطاعت الٰہی کی نذر مانے اس کو ایفاء کرنا چاہیئے لیکن نذر معصیت کا ادا کرنا جائز نہیں

دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نذر اطاعت کی ایفا کا حکم دیا ہے اور اطاعت کے لیے واجب بالشرع کی جنس سے ہونا مشروط نہیں فرمایا۔ اور حسب قول امام ابو حنیفہ رح یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

مسجد نبوی کے سفر کی نذر

ایسے ہی مسجد نبوی کے لیے سفر کی منت مانتے ہیں نزاع ہے۔ حالانکہ وہ مسجد اقصیٰ سے افضل ہے۔

سفر بیت اللہ کی منت

لیکن حج وعمرہ کے لیے مسجد الحرام جانے کی منت کا ادا کرنا باتفاق علماء واجب ہے۔

مسجد الحرام کی افضلیت

مسجد الحرام (خانہ کعبہ) تمام مساجد سے افضل ہے۔ بعدہٗ مسجد نبوی پھر مسجد اقصیٰ صحیحین میں ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد کی نسبت میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا ہزار نماز سے بہتر ہے۔

مساجد ثلاثہ کی نمازوں کا موازنہ

جمہور علماء کا مذہب ہے کہ مسجد نبوی کی نسبت مسجد الحرام میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ مسند احمد ونسائی وغیرہ میں روایت ہے کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنا لاکھ (۱۰۰۰۰۰) نماز کے برابر ہے مسجد اقصیٰ کی نماز کے متعلق مروی ہے کہ پچاس ہزار نماز کے برابر ہے۔ یا پانچ سو بھی مروی ہے اور یہی درست ہے۔

قبور انبیاء وغیرہ کے لیے سفر کی نذر ماننا منع ہے

قبر خلیل یا قبر نبوی یا کوہ طور

جس پر خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی، یا جبل حرا جس میں آنحضرت صلعم عبادت کرتے تھے۔ اور اس میں آنجناب پر وحی نازل ہوئی تھی۔ یا وہ غار (غار ثور) جو قرآن میں مذکور ہے۔ یا علاوہ انہیں دیگران قبروں، مقامات اور خانقاہوں کے لیے جو کسی نہ کسی طرح بعض انبیاء و مشائخ کی جانب منسوب ہیں، یا بعض غاروں یا پہاڑوں کے لیے سفر کی منّت کا ایفار باتفاق ائمہ اربعہ واجب نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی "تین مسجدوں کے علاوہ کسی مقام کے لیے باعتقاد ثواب) سفر نہ کیا جائے،" کے باعث ان تمام مواضع کا سفر کرنا منع ہے۔ تو جب مساجد ثلاثہ مذکورہ کے علاوہ دیگر تمام مساجد جو خانہ خدا ہیں، جن میں پانچوں وقت نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ کی جانب سفر کرنے سے منع فرما دیا حتیٰ کہ مسجد قبا کے لیے بھی سفر کرنا منع فرمایا۔ جس میں اہل مدینہ کو جانا مستحب ہے۔ کیونکہ صحیحین میں بروایت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں سوار و پیادہ پا چل کر جانا ثابت ہے اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کر کے مسجد قبا میں محض ادائے نماز کے لیے جائے۔ اسے عمرہ کا ثواب ہوگا۔" ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ جب ایسے مقامات کے سفر سے منع فرما دیا گیا ہے۔ تو کوہ طور کی طرف سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔

آثارِ انبیاء کو سجدہ کرنا باعث لعنت ہے

ایسے ہی امام مالکؒ کے ذکر کردہ وہ مقامات جو صلوات خمسہ کے لیے تعمیر نہیں ہوئے۔ بلکہ انہیں مسجد (سجدہ گاہ) بنانا بھی منع ہے (اور باعث لعنت) کیونکہ صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے مرض الموت میں وفات سے پانچ روز پہلے) فرمایا تھا۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا — یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے

أَثَارَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ۔ آثار انبیاء کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔

(اس فرمان سے) آنحضرت کا (اپنی امت کو) ان افعال سے ڈرانا مقصود تھا۔

قبر نبوی کو حجرہ میں بند رکھنے کی ایک وجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اگر اس سجدہ گاہ بننے) کا خوف نہ ہوتا۔ تو آنجناب کی قبر کو کھلا رکھا جاتا۔ لیکن آپ نے ناپسند فرمایا۔ کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ ٹھہرالیا جائے۔

وصیت نبوی

صحیح مسلم وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا۔

إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ

تم سے پہلے لوگ مزارات کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے" خبردار! تم ایسا نہ کرنا میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔

صحابہؓ کا طرزِ عمل

اس لیے صحابہ کرامؓ مشاہد انبیاء، مشہد ابراہیم خلیل اللہ اور کسی قبر وغیرہ کی جانب سفر نہیں کرتے تھے۔

بعض من گھڑت حدیثیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر جگہ نہیں پڑھی۔ بعض لوگ حدیث معراج کے متعلق جو روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے مدینہ منورہ میں، اور قبر موسیٰ و قبر خلیل کے پاس نماز پڑھی۔ یہ تمام احادیث سراسر جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔

بے دلیل رخصت

بعض متاخرین نے کسی امام کی نقل اور حجت شرعی پیش کیے بغیر قبروں کے لیے سفر کی (یونہی) رخصت دے دی ہے (جو مردود ہے)

فصل (۲) مسجد اقصیٰ کی عبادات مشروعہ، قدم نبوی و دیگر آثار

مسجد الحرام کی خصوصیات

مسجد اقصیٰ کی عبادات مشروعہ انہی عبادات کی جنس سے ہیں، جو مسجد نبوی اور دیگر تمام مساجد میں مشروع ہیں، مگر مسجد الحرام اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ طواف ہر دو رکن یمانی کو چھونا، حجر اسود کا بوسہ، صرف کعبہ سے مخصوص ہے، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور دیگر تمام مسجدوں میں طواف کرنے، ہاتھ لگانے اور بوسہ لینے کے لیے کوئی چیز نہیں۔

حجرۂ نبوی اور قبور انبیاء و صلحاء کا طواف ناجائز ہے

لہذا کسی فرد کے لیے حجرہ نبوی، دیگر قبور انبیاء و صلحاء، صخرہ بیت المقدس اور علاوہ ازیں دیگر قبے، مثلاً جبل عرفات وغیرہ (سب) کا طواف ناجائز ہے، بلکہ روئے زمین پر کوئی مکان نہیں، جس کا کعبۃ اللہ کی طرح طواف کیا جائے۔

طواف کعبہ کے علاوہ طواف کی قباحت

اس کے علاوہ کسی طواف کی مشروعیت کا معتقد اس شخص سے بھی زیادہ شر انگیز ہے جو غیر کعبہ کی طرف نماز جائز ہونے کا معتقد ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مکہ کے وقت مسلمانوں کو اٹھارہ مہینے بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھائی۔ تو اتنا عرصہ وہی قبلہ رہا۔ پھر خدا نے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا۔ اور تحویل قبلہ کے متعلق قرآن میں آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ (تمام قصہ) سورہ بقرہ میں مذکور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے کعبہ کی جانب نمازیں پڑھیں۔ اور وہی قبلہ ہو گیا۔ وہی ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کا قبلہ چلا آتا ہے۔

صخرۂ بیت المقدس کی طرف نماز کا شرعی حکم

اب جو صخرہ کو قبلہ بنا

کر اس کی طرف نماز پڑھے، وہ کافر مرتد ہے۔ لہذا توبہ کرائی جائے۔ اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ سزائے قتل کا مستحق ہے۔ حالانکہ وہ پہلے قبلہ تھا۔ جو منسوخ ہو گیا۔ تو ایسے شخص کی کیا سزا جو کعبۃ اللہ کی طرح اسے قابل طواف بنا دے۔ حالانکہ غیر کعبہ کا طواف خدا نے مشروع نہیں فرمایا۔

صخرہ کی قربانی

ایسے ہی جو شخص وہاں گائے بکری ذبح کرنے کے ارادہ سے لے جائے اور وہاں قربانی کرنے کو افضل سمجھے۔ یا عید کے دن حجامت کروانے اور وہاں عرفہ کی رات وقوف کی خاطر سفر کا ارادہ کرے تو یہ امور بدعت و گمراہی ہیں اور جن کے ذریعے وقوف طواف، ذبح کرنے اور حجامت بنوانے میں بیت المقدس کو کعبہ کے مشابہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص ان امور کو قربت الٰہی سمجھ کر کرے اس پر توبہ لازم ہے اگر تائب ہو جائے (تو بہتر) ورنہ قتل کر دیا جائے، چنانچہ صخرہ کی طرف بدیں اعتقاد نماز پڑھے کہ استقبال قبلہ کی طرح اس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا بھی باعث قربت ہے (تو اس کا یہی حال ہے)

مسجد اقصیٰ کے سامنے مصلّٰی بنانے کی وجہ

اس لیے حضرت عمر بن الخطاب نے مسلمانوں کا مصلّٰی (جائے نماز) مسجد اقصیٰ کے سامنے تعمیر فرمایا۔ کیونکہ مسجد اقصیٰ پوری مسجد کا نام ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا اگرچہ (اب) بعض لوگ حضرت عمرؓ کے تعمیر کردہ مصلّٰی کو "اقصیٰ" کہنے لگ گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے لیے حضرت عمرؓ کے اس تعمیر کردہ مصلّٰی میں نماز پڑھنا تمام مساجد کی نمازوں سے افضل ہے۔

فتح بیت المقدس

حضرت عمرؓ نے جب یروشلم کو فتح کیا۔ تو صخرہ پر گندگی کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کیونکہ عیسائی لوگ یہودیوں کے مقابلہ میں (جو صخرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے) اس کی بے عزتی

کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے اس غلاظت کو دور کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

کعب احبار کا مشورہ اور فاروق اعظم کی ڈانٹ

اور کعب احبار سے مشورہ لیا۔ کہ مسلمانوں کے لیے کہاں مصلے بنایا جائے۔ تو اس نے صخرہ کے پیچھے بنانے کا مشورہ دیا حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کر فرمایا۔ اے یہودیہ کے بچے (ابھی تک) تیرے عقائد میں یہودیت سرایت کیے ہوئے ہے (میں تیرا یہ مشورہ قبول نہیں کروں گا) بلکہ صخرہ کے سامنے بناؤں گا۔ کیونکہ ہمارے لیے مسجدوں کی اگلی جگہ ہے۔ اسی لیے ائمہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو حضرت عمر کی تعمیر کردہ مصلی میں نماز پڑھتے (حضرت عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ آپ محراب داؤدی میں نماز پڑھتے۔ لیکن صخرہ کے پاس حضرت عمرؓ اور صحابہؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ اور نہ ہی خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں اس پر کوئی قبہ تھا بلکہ حضرت عمرؓ عثمانؓ علیؓ معاویہؓ۔ یزید اور مروانؒ کی خلافت میں ننگا تھا۔

صخرہ پر تعمیر قبہ کی وجہ

جب شام پر مروان کا بیٹا عبدالملک حاکم ہوا، اور عبداللہ بن زبیر اور اس کے مابین فتنہ بپا ہوا تو لوگ حج کر کے ابن زبیر کے پاس جمع ہو جاتے۔ اس لیے عبدالملک نے ابن زبیرؓ سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کی غرض سے صخرہ پر قبہ تعمیر کرا کے سردیوں اور گرمیوں میں اس پر غلاف چڑھانا شروع کر دیا۔ کہ لوگ زیارت بیت المقدس کی طرف رغبت کرنے لگیں۔ اور ابن زبیر کے پاس اجتماع کرنے سے ہٹ کر اس (عبدالملک) کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ لیکن اہل علم صحابہ و تابعین "صخرہ" کی کوئی تعظیم نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ قبلہ منسوخ ہو چکا ہے (جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ہفتہ عید کا دن تھا۔ پھر شرع محمدی میں یوم جمعہ کے باعث منسوخ ہو گیا۔ تو مسلمانوں کو یہ کسی طرح جائز نہیں، کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہفتہ و اتوار کو عبادت

کے لیے مخصوص ٹھرالیں۔ ایسے ہی صخرہ کی تنظیم بھی صرف یہود و نصاری ہی کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس کی تعظیم ناجائز ہے۔

جاہلوں میں بعض جھوٹ باتوں کی شہرت

اور یہ جو بعض جہلا حکایتیں کرتے ہیں کہ وہاں (صخرہ میں) قدم نبوی اور آپ کے عمامہ مبارک کا نشان ہے۔ وغیرہ۔ تو یہ سراسر کذب و افترا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بکواس ہے کہ وہاں خدا تعالے کے پاؤں کا نشان ہے ایسے ہی یہ بھی بالکل جھوٹ ہے جس جگہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ عیسٰے علیہ السلام کا پنگھوڑا ہے۔ بلکہ یہ تو نصارٰی کے معمودیہ کی جگہ ہے۔ ایسے ہی اس شخص کا زعم بھی باطل محض ہے۔ جو وہاں پلصراط اور میزان کی موجودگی کا معتقد ہو۔ یا یہ کہ دوزخ و بہشت کی درمیانی دیوار یہی دیوار ہے جو مسجد کے مشرقی جانب تعمیر ہے۔ ایسے ہی زنجیر یا زنجیر کی جگہ کی تعظیم غیر مشروع ہے۔

فصل (۳) اہلِ قبور کے لیے مسنون دُعاء

مسجد اقصٰی کے علاوہ بیت المقدس میں کوئی ایسی جگہ نہیں۔ کہ عبادت کے لیے جس کا قصد کیا جائے۔ تاہم جب قبرستان کی زیارت کرے۔ تو مردوں کے لیے اسی طرح سلامتی و رحمت کی دعا کرے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو تعلیم دیتے تھے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو یہ تعلیم دیتے رہے ہے کہ جب زیارت قبور کے لیے کوئی جائے تو یوں کہے۔

دُعاء کے الفاظ

۱۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ — اے مومن مردوں عورتوں کی بستی کے بسنے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَ الْمُسْتَاْخِرِيْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ ۔

والو تم پر سلام ہو۔ ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں اللہ تعالےٰ ہمارے اگلے پچھلے بزرگوں پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں، مولا! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال ہمیں بھی بخشدے اور انہیں بھی بخشدے۔

فصل (۴) دھرم سالوں، گوردواروں، اور گرجوں وغیرہ کی زیارت

کفار کے عبادت خانے، مثلاً وہ جگہ جس کا نام قمامہ ہے یا بیت اللحم، یا صیحون یا علاوہ ازیں مقامات مثلاً عیسائیوں کے گرجے (تمام) کی زیارت منع ہے۔ لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی مکان کی زیارت کو مستحب اور ان میں عبادت کرنے کو گھر میں عبادت کرنے سے افضل سمجھ کر زیارت کرنے جائے وہ گمراہ اور شریعت اسلام سے خارج ہے اس سے توبہ کرانا چاہیئے (تائب ہو جائے تو بہتر) ورنہ قتل کا مستحق ہے۔

معابدِ کفار میں نماز کا حکم اگر انسان کو اتفاقاً کسی کام کے لیے وہاں جانے پر نماز کا وقت آجائے۔ تو اس میں علماء کے تین قول ہیں۔

پہلا قول مذہب امام احمدؒ وغیرہ میں کہا گیا ہے۔ کہ وہاں مطلقاً نماز مکروہ ہے۔ ابن عقیل نے یہی پسند فرمایا ہے۔ یہی امام مالک سے منقول ہے۔

دوسرا قول وہاں نماز پڑھنا مطلقاً مباح ہے۔

تیسرا قول وہاں تصویریں ہوں تو منع ہے، ورنہ نہیں۔ امام احمدؒ وغیرہ سے بھی منصوص ہے۔ اور یہی حضرت عمرؓ بن الخطاب وغیرہ سے مروی ہے۔

قول صحیح کی دلیل کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں داخل ہوتے۔ فتح مکہ کے دن آنحضرت کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوئے۔ جب تک کہ مورتیوں کو توڑ پھوڑ نہیں لیا۔ واللہ اعلم۔

فصل (۵) روئے زمین پر صرف تین حرم ہیں

بیت المقدس، تربت خلیلؑ اور دیگر کسی جگہ میں کوئی مقام مندرجہ ذیل تین مقاموں کے سوا حرم کے نام سے موسوم نہیں۔

حرم اوّل حرم مکہ جو باتفاق مسلمین حرم ہے۔

حرم دوم حرم نبویؐ، عیر سے ثور تک بارہ۱۲ در بارہ۱۲ میل جمہور علماء مثلاً امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک یہ حرم ہے۔ اور اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحیح اور مشہور حدیثیں مروی ہیں۔

حرم سوم میں اختلاف وج جو طائف میں واقع ہے اس کے متعلق صرف مسند احمدؒ میں چند احادیث آئی ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حرم نہیں۔ اور امام احمدؒ نے مروی روایت کو ضعیف ٹھہرا کر ناقابل استدلال سمجھا ہے۔ اور مذکورہ بالا تین جگہوں کے سوا کسی عالم کے نزدیک کوئی حرم نہیں۔

حرم کا حکم کیونکہ حرم وہ ہے جس کے شکار اور کھیتی کو خدا نے حرام فرما دیا ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے ان تین جگہوں کے سوا کسی مکان کے شکار و کھیتی کو حرام نہیں ٹھہرایا۔

فصل (۶) زیارتِ بیت المقدس کے مشروع و غیر مشروع اوقات

زیارت بیت المقدس ہر وقت جائز ہے۔ لیکن ایسے اوقات میں اس کا رخ کرنا بالکل نامناسب ہے۔ جب اس کی طرف گمراہ لوگ جا رہے ہوں۔ مثلاً عید قربانی کا موقع۔ کہ اکثر اہل ضلالت (اس وقت) وقوف کی غرض سے اس کا سفر کرتے ہیں۔ اور وقوف کو ثواب سمجھ کر ادھر جانا بلاشبہ حرام ہے۔

مُشابہتِ کُفّار کفار سے مشابہت کرنا۔ اور ان کی جماعت کو شامل ہو کر بڑھانا نامناسب ہے۔ اور نہ ہی حج کی غرض سے اس طرف سفر کرنا فعل ثواب ہے۔

یار لوگوں کی خوش گپیاں کسی قائل کا یہ قول کہ "قَدَّسَ اللّٰہُ حَجَّتَكَ" (خدا تیرے حج کو بابرکت و منزہ فرمائے) سراسر افتراء ہے۔ اس کا کوئی اصل نہیں ہے۔ جیسا کہ "مَنْ زَارَنِیْ وَزَارَ اَبِیْ فِیْ عَامٍ وَّاحِدٍ ضَمِنْتُ لَہُ الْجَنَّۃَ" (جس شخص نے ایک ہی سال کے اندر میری اور میرے باپ (ابراہیم) کی زیارت کی میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں) محقق محدثین کے نزدیک بالکل گپ ہے۔

زیارتِ قبرِ نبوی کی روایات ایسے ہی زیارت قبر نبوی کی تمام حدیثیں ضعیف، بلکہ موضوع ہیں اور اہل صحاح و اصحاب سنن و مسانید، مثلاً مسند احمدؒ وغیرہ ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں

نہیں لائے۔

درود شریف

ہاں سنن کی وہ حدیث ہے۔ جسے ابوداؤد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

دور و نزدیک سے سلام

تو جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس سلام کہے اس کا جواب خود دیتے ہیں اور جو دور و دراز سے آپ پر سلام کہے اس کا سلام آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

درود و سلام پہنچنے کے دلائل

چنانچہ نسائی میں آنحضرتؐ سے مروی ہے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلٰئِكَةً يُبَلِّغُوْنَ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ

اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

نیز سنن میں آنجنابؐ سے مروی ہے، کہ فرمایا۔

أَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے جبکہ آپ کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ تو آپ نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ دور دراز کا درود وسلام آپؐ کو پہنچا دیا جاتا ہے اور حضرت باری تعالےٰ نے بھی ہمیں درود وسلام کے ورد کا حکم دے رکھا ہے۔

درود شریف کی فضیلت

اور صحیح (بخاری) میں ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ بِهَا عَشْرًا۔

مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

فصل (۷) زیارتِ عسقلان

مذکورہ بالا اوقاف میں عسقلان کا سفر نہ تو مشروع ہے نہ واجب وغیر مستحب، بلکہ اس میں سکونت پذیر ہونے اور اس کی جانب قصد کرنے میں اسی وقت ہی فضیلت تھی، جبکہ وہ مسلمانوں کی حد تھی۔ (اور سر فروش مجاہدین اسلامی سرحدوں کی مضبوطی وحفاظت کے لیے) جہاد کی انتظار میں وہاں جا کر رہتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں بروایت سلیمان رضؓ آنحضرتؐ سے ثابت ہے، کہ فرمایا۔

رباط فی سبیل اللہ کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا مَاتَ مُجَاهِدًا وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهٗ وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَمِنَ

خدا کے راستے میں صرف ایک دن رات کے لیے رباط کرنا، مہینہ بھر کے روزہ رکھنے اور قیام کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص رباط کی حالت میں مر جائے، وہ مجاہد مرا۔ اس کا نیک عمل اس کے بعد بھی جاری رہے گا جنت میں سے اس کو رزق دیا

الفتان۔ جائیگا۔ اور فتنوں سے محفوظ و مصئون رہے گا۔

ابو ہریرہؓ کا قول ہے، کہ لیلۃ القدر میں حجر اسود کے پاس قیام کرنے کی نسبت مجھے رباط فی سبیل اللہ (میں ایک رات گذارنا) زیادہ پسند ہے۔

حیثیت کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی

نیک و دیندار لوگ شامی سرحدوں مثلاً عسقلان، عکہ، طرطوس، کوہ لبنان وغیرہ اور سرزمین مصر کی سرحدوں مثلاً سکندریہ وغیرہ، اور عراق کی سرحدوں مثلاً عبدان وغیرہ کے لیے قصد سفر کرتے تھے، جب یہ علاقے (عسقلان وغیرہ ویران وغیرہ آباد ہو گئے تو نہ یہ سرحدر ہے، نہ ہی ان کے لیے سفر کرنے میں فضیلت باقی رہی۔ اور نہ ہی وہاں کوئی شریعت اسلامیہ کا متبع نیک آدمی موجود ہے۔

جنوں کی رہائش

بلکہ (اب تو) زیادہ تر وہاں جن رہائش رکھتے ہیں۔ وہی رجال الغیب ہیں، جو وقتاً فوقتاً ان علاقوں میں نظر آتے رہتے ہیں، خدا نے فرمایا۔

إِنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا

انسانوں کے چند مرد جنوں کے چند مردوں سے پناہ لیتے تھے۔ تو انہوں نے ان کو زیادہ مغرور کر دیا۔

جنوں کا بصورت خضر ظاہر ہونا

ایسے ہی جو لوگ کبھی خضر کو دیکھ پاتے ہیں وہ جن ہوتا ہے، جو انہیں (بصورت خضر) نظر آتا ہے، میرے دوستوں میں سے اکثر نے اسے دیکھا ہے، جو کہہ رہا تھا کہ میں خضر ہوں، لیکن یہ جن تھا، جس نے اپنے دیکھنے والے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ ورنہ

وفاتِ خضرؑ عہد موسیٰ علیہ السلام کا خضر تو فوت ہو چکا ہے

وفاتِ خضر کے دلائل اگر وہ (خضر) عہد نبوی میں بقید حیات موجود ہوتے تو آنحضرتؐ کے پاس آنا، آپ پر ایمان لانا، اور حضورؐ سے مل کر جہاد کرنا، ان کا فرض اولین تھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے عہد رسالت کے پانے والے ہر شخص پر خواہ نبی ہی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ اور آنجناب کی معیت میں جہاد کرنا فرض کر دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۔

(۳ - ۸۰)

جب خدا نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس اس کتاب وحکمت کی تصدیق کنندہ رسول آجائے تو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی امداد کرنی ہوگی۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرے عہد کا ذمہ اٹھا لیا؟ کہنے لگے ہم نے اقرار کر لیا۔ تو فرمایا گواہ ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

ابن عباسؓ کا قول ابن عباسؓ کا قول ہے۔ کہ ہر نبی سے خدا تعالےٰ نے عہد لیا۔ کہ اس کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر مبعوث ہو جائیں۔ تو آنحضرتؐ پر ایمان لانا۔ اور آپ کی امداد کرنی ضروری ہوگی پھر اسے اپنی امت سے عہد لینے کا حکم دیا۔ کہ ان کی زندگی میں آنحضرت مبعوث ہوں، تو انہیں آنجناب پر ایمان لانا۔ اور آپ کی اعانت کرنا ضروری ہوگا۔

صحابہؓ سے رؤیتِ خضرؑ مذکور نہیں صحابہ میں سے کسی نے خضر کو دیکھنے، اور آنحضرت کے پاس اس کی آمد کا ذکر نہیں

کیا۔ کیونکہ صحابہ کرام عالم تھے۔ اور تلبیس شیطانی کے اثر سے ان کا مقام کہیں بلند و برتر تھا۔ لیکن

شیطانی فریب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد شیطان نے عام لوگوں کو دھوکہ دیا (کہیں) نبیوں کی شکل بن کر ظاہر ہونے لگا اور (کہیں) خضر ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ حالانکہ (در حقیقت) وہ شیطان تھا۔ جیسا کہ اکثر لوگ اپنے کسی میت کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ (قبر سے) نکل کر اس کے پاس آیا۔ اور (قضائے حاجات اور دیگر امور کے متعلق اس سے ہمکلام ہوا۔ تو وہ اسے بعینہٖ اپنا میت خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ جو اس میت کی شکل بن کر دکھائی دیتا ہے۔ اور اکثر لوگ مخلوق سے استغاثہ (فریاد رسی) کرتے ہیں۔ جیسے نصاریٰ جرجیس سے۔ یا کوئی غیر نصرانی تو وہ اسے دیکھتا ہے۔ کہ وہ اس کے پاس آیا۔ اور بسا اوقات اس سے ہمکلام ہوا۔ حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اس (فرضی) فریادرس کی صورت بن گیا ہوتا ہے۔ جب مغیث (فریاد خواہ) شرک کرتا ہے تو اس کے سامنے کوئی شکل بنا کر (نمودار ہو جاتا ہے) جیسا کہ شیطان بتوں میں داخل ہو کر لوگوں سے کلام کیا کرتے تھے اور ایسی مثالیں موجودہ زمانے میں بھی اکثر شہروں میں عام پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

شیطانی ولیوں کا ہوا میں اُڑنا، اور اس کی حقیقت

کسی شخص کو شیاطین اٹھا لیتے ہیں، اور ہوا میں اڑا کر دور دراز مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ اور بعض کو اٹھا کر (میدان) عرفات میں پہنچا دیتے ہیں۔ لہذا نہ وہ شرعی حج کرتا ہے۔ نہ احرام باندھتا ہے۔ نہ تلبیہ (لبیک) کہتا ہے، نہ ہی طواف وسعی کرتا ہے۔ بلکہ لوگوں کے ساتھ پہنے کپڑوں میں وقوف کرتا ہے۔ پھر شیاطین اسے اٹھا کر شہر پہنچا دیتے ہیں۔

اور اکثر لوگوں سے شیاطین بھی کھیل کھیلتے ہیں (جیسا کہ دیگر موقعہ پر بسط سے بیان ہو چکا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ

دوسرا رسالہ

قضاؤ قدر

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے

سوال سوال ہوا کہ بعض لوگ جو

(۱) تقدیر کو دلیل بناتے ہیں۔ کہتے ہیں (ابتدائے) آفرینش سے ہر امر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا نیک بخت پیدائشی نیک بخت، اور بد بخت پیدائش سے ہی بد بخت ہوتا ہے۔ اور

(۲) ارشاد باری تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ (بلا شبہ جن کے مقدر میں ہماری طرف سے پہلے سے ہی بھلائی (لکھی جا چکی) ہے، وہ اس سے دور ہی (دور رکھے جائیں گے) کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

(۳) نیز کہتے ہیں۔ جملہ افعال میں (ہم) بالکل بے بس مجبور محض ہیں، ہمارا کوئی زور نہیں۔ تمام قسم کی طاقتیں محض خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

(۴) خدا تعالیٰ نے خیر و شر کو مقدر فرمایا اور دونوں کو ہم پر لازم کر دیا

(۵) نیز کہتے ہیں جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیا۔ وہ بہشت میں داخل ہو کر رہے گا۔ خواہ وہ صدہا قسم کی بدکاریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہے۔ اور دلیل میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاِنْ زَنَا وَاِنْ سَرَقَ (خواہ وہ زنا چوری کرتا پھرے)

اس (استفتاء) سے مقصد دلائل قاطعہ سے ان لوگوں کی غلطی واضح کرنا ہے (کہ راہ راست پر آجائیں) لہٰذا ان استفسارات کا جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشئے۔

تو حضرت امام نے (نَفَعَنَا اللّٰہُ بِعُلُوْمِہٖ) (خدا ان کے علوم سے ہمیں فائدہ بخشے)

جواب دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (تمام حمد و ثنا کا سزاوار خدائے رب العالمین ہے) یہ لوگ اسی اعتقاد پر جمے رہے (تو یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر کافر ہوں گے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تو امر و نہی، وعد و وعید، ثواب و عذاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن انہوں نے تحریف و تبدیل کر کے بعض کو تو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا

بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کے منکر ہیں اور خدا اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مان سکتے اور ان کا ارادہ ہے کہ (رسولوں میں فرق کر کے) اس کے درمیان اور

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(۴-۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲)

راستہ اختیار کریں وہ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کنندہ عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مگر جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور رسولوں میں باہمی فرق (بھی) نہ کیا۔ ایسے لوگوں کو خدا عنقریب (آخرت میں) اجر دیگا۔ اور خدا بخشنے والا نہایت مہربان ہے

جب بعض کو ماننے والا، اور بعض سے کفر کرنے والا پکا کافر ہے۔ تو وہ شخص کیسے (مومن ہو سکتا) ہے۔ جو سب کا انکار کر دے۔ اور جو شخص خدا کے امر و نہی اور وعدہ و وعید کا اقرار نہ کرے۔ بلکہ تقدیر کی آڑ نہا کر ان کا تارک ہو رہا ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر کافر ہے جو بعض پر ایمان لا کر بعض سے انکار کر دے۔

پھر ان لوگوں کے قول کا بطلان، ایک نہیں کئی وجوہ سے بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔

احتجاج بالقدر کے بطلان کی چند وجوہ

پہلی وجہ یہاں دو صورتیں ہیں، یہ لوگ انسان کے لیے تقدیر کو حجت سمجھتے ہیں یا نہیں، اگر حجت نہ سمجھ کر انسان کو با اختیار سمجھیں، تو ہمارا مدعا ثابت ہوا اگر حجت سمجھیں تو ایک نہیں بلکہ تمام انسانوں کے حق میں حجت ہو گی، کیونکہ سب انسان تقدیر میں مشترک ہیں۔ بحالت تسلیم انہیں یہ لازم آئے گا۔ کہ اگر کوئی شخص ان پر ظلم کرے، گالی گلوچ دے، مال غصب کرے۔ اور اس کے حرم (بیوی بچوں) کی بے عزتی کرے۔ قتل و غارت گری تک نوبت پہنچائے۔ نسل و زراعت کو تباہ و برباد کرے۔ تو اسے برا نہ منائے اور اس کا ہاتھ نہ روکے، حقیقت یہ ہے

کہ یہ تمام کے تمام سراسر مفتری وکذاب، اور خود ہی اپنے دعویٰ کے توڑنے والے ہیں۔ کیونکہ ان کا ہر فرد ہمیشہ اس (ظالم وفسادی) کی مذمت کرتا اس سے عداوت رکھتا اور اس کی مخالفت کرتا رہتا ہے (اسی پر ہی بس نہیں) بلکہ جو انہیں (فسادی کو برا کہنے سے) منع کرے، ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بس اس سے بغض وعداوت رکھنے لگتے ہیں، اور اسے برا سمجھتے ہیں۔ لہٰذا جب محرمات کے مرتکب اور واجبات کے تارک کے حق میں تقدیر حجت تھی، تو ان کا فرض تھا۔ کہ نہ کسی کی مذمت کرتے، نہ کسی سے بغض رکھتے، اور نہ ہی کسی کے ظالم و سفاک ہونے کا شکوہ کرتے، خواہ وہ کچھ بھی کرتا پھرے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس کا ارتکاب کسی کے بیبے بھی ممکن نہیں اگر لوگ اس کا ارتکاب کرنے لگ جائیں تو دنیا برباد ہو جائے۔

نتیجۂ بحث لہٰذا واضح ہو گیا۔ کہ ان کا یہ قول جیسا کہ شرعاً کفر ہے۔ عقلاً بھی فاسد ہے اور وہ اپنے اس دعوٰی میں کہ "تقدیر بندے کے حق میں حجت ہے" بالکل مفتری وکذّاب ہیں۔

دوسری وجہ۔ کفّار کے معذور ہونے کا الزام تقدیر کی حجیت سے لازم آتا ہے، کہ ابلیس، فرعون قوم نوح، قوم ہود اور ہر وہ شخص معذور ہو جسے خدا تعالیٰ نے بدکاریوں کے باعث ہلاک کر دیا۔ حالانکہ یہ (عقیدہ) ایسا کفر ہے جس پر تمام اہل مذاہب متفق ہیں۔

تیسری وجہ۔ "اجتماعِ ضدّین" حجیت تقدیر کے تسلیم کر لینے سے یہ لازم آتا ہے، کہ اولیاء اللہ اور دشمنان خدا، مومنوں اور کافروں، بہشتیوں اور دوزخیوں میں کچھ فرق نہ ہو۔ حالانکہ عزوجل

نے جا بجا کلام اللہ میں ان کی باہمی تفریق کو واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (۳۵-۱۹ تا ۲۲)

بینا و نابینا، اندھیرا اور اجالا، سایہ اور دھوپ، برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں

نیز ارشاد ہے

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝ (۳۸-۲۸)

کیا ہم نیکوکار مومنوں کو فسادیوں جیسا کر دیں۔ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا بنا دیں۔

ایک جگہ فرمایا

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (۴۵-۲۱)

کیا بدکار لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم انہیں نیکوکار مومنوں جیسا کر دیں۔ ان کی زندگی موت (ان) جیسی ہو، اگر یہی خیال ہے تو بہت برا فیصلہ ہے۔

تقدیر کی عدم حجیت

تقدیر کی حجیت پر یہ دلیل بھی دی جا سکتی ہے کہ تقدیر تو سب کی مقدر ہو چکی ہے، اور ان کی پیدائش سے صدیوں پہلے لکھی جا چکی ہے۔ اس کے باوجود وہ دو گروہوں میں منقسم نظر آتے ہیں۔

(۱) ایمان لانے اور عمل صالح کرنے کے باعث "نیکبخت"

(۲) کفر، بدکاریاں، اور نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے "بدبخت"

نتیجۂ بحث | تو معلوم ہوا، کہ خدا کی نافرمانیوں پر قضا وقدر کسی کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔

چوتھی وجہ۔ خدا کے ظالم ہونے کا لزوم

تقدیر پر ہمارا ایمان ہے مگر اپنی بدعملی کے لیے ہم اسے آڑ اور حجت نہیں مانتے۔ اب جو اس سے دلیل و حجت پکڑے۔ اس کی حجت باطل، اور جو اسے بطور عذر پیش کرے، اس کا عذر نامقبول ہے، تقدیر سے حجت پکڑنا قابل قبول عذر ہوتا۔ تو ابلیس و دیگر نافرمانوں کا کیا قصور، ان سے بھی مقبول ہوتا، اگر بندوں کے حق میں تقدیر کوئی دلیل ہوتی، تو دنیا وآخرت میں خداتعالیٰ کسی مخلوق کو خواہ مخواہ عذاب نہ کرتا۔ نیز تقدیر کچھ حجت بن سکتی تو نہ کسی چور کا ہاتھ قطع کیا جاتا۔ نہ کوئی قاتل قتل کی پاداش میں سزایاب ہوتا نہ کسی مجرم پر حد قائم ہوتی نہ جہاد فی سبیل اللہ کیا جاتا اور نہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا۔

پانچویں وجہ۔ تکذیب حدیث، انکار اختیار، اور بے عملی کا لزوم

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے احتجاج بالقدر کے متعلق سوال کیا گیا۔ کیونکہ آپ ؐ نے فرمایا تھا۔

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَدَعُ الْعَمَلَ وَنَتَّكِلُ عَلَى الْكِتَابِ	دوزخ و بہشت میں ہر شخص کے لیے ایک ایک ٹھکانا درج ہو چکا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ہم تقدیر کے بھروسے عمل کو خیرباد کہہ کر اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہ

فَقَالَ لَا اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔

رہیں۔ تو فرمایا عمل کیے چلو۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے وہ عمل آسان کر دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں یوں بھی آیا ہے، کہ آپؐ سے عرض کیا گیا:۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فِيْهِ وَيَكْدَحُوْنَ اَفِيْمَا جَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ وَطُوِيَتْ بِهِ الصُّحُفُ فَقِيْلَ، فَفِيْمَ الْعَمَلُ فَقَالَ اِعْمَلُوْا! فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔

یا رسول اللہ لوگوں کی کدو کاوش اور محنت کے متعلق فرمائیے۔ (یہ کس لیے؟) کیا ایسے معاملہ میں کوشش جس کے متعلق قلم خشک اور کاغذ تہ کیے جا چکے لہٰذا عمل سے کیا فائدہ فرمایا! کام کیے چلو! جس کام کے لیے کوئی پیدا ہوا ہے۔ وہ اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے

چھٹی وجہ۔ علمِ الٰہی و تقدیرِ خدائی کے بطلان کا لزوم

اس قوم سے یہ کہا جائے کہ خدا تعالےٰ نے تمام امور کو معلوم کر کے انہیں اسی صورت پر لکھ دیا۔ جس صورت پر انہیں ہونا چاہیئے تھا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی اسی خدائے سبحانہ نے تحریر فرما دیا ہے کہ فلاں شخص ایمان لا کر عمل صالح کرے گا۔ لہٰذا بہشت کو جائے گا اور فلاں آدمی بدکاری و نافرمانی کرے گا، لہٰذا وہ جہنم رسید ہو گا۔ جیسا کہ اس نے اپنے علم سے لکھ دیا ہے، کہ فلاں آدمی عورت سے نکاح کر کے جماع کرے گا۔ تو اس کے ہاں بچہ ہو گا یا یہ کہ فلاں شخص کھائے پیئے گا۔ تو سیر ہو جائے گا۔ یا یہ کہ فلاں شخص بیج بوئے گا تو کھیتی پیدا ہو جائے گی۔ اب جو کہے کہ اگر میں جنتی ہوں تو عمل صالح کیے بغیر بھی بہشت میں ضرور داخل ہو کر رہوں گا۔ تو یہ قول سراسر باطل، اور علم و قدرت خداوندی کے بالکل خلاف ہو گا۔ جیسا کہ اس شخص کا قول باطل ہے جو کہے کہ میں تو عورت سے جماع نہیں کروں گا۔ خدا نے اگر میرے نصیب میں لڑکا مقدر کر دیا ہے تو خود ہی پیدا ہو جائے گا

تو ایسا شخص جاہل مطلق ہے۔ کیونکہ خدا نے جب بچہ مقدر فرمایا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی مقدر فرما دیا تھا۔ کہ وہ عورت سے وطی کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ حاملہ ہو کر بچہ جنے گی۔ مگر جماع و حمل کے بغیر تو بچہ کی پیدائش، نہ خدا تعالیٰ نے مقدر فرمائی ہے، نہ ہی ایسے لکھا ہے۔ اسی طرح بہشت بھی خدا نے محض مومنوں کے لیے ہی تیار کیا ہے۔ اب جو بلا ایمان دل میں بہشت کے داخلہ کا گمان لیے پھرے تو اس کا یہ ظن سراسر باطل ہے۔

اوامرِ الٰہی کی تعمیل کی عدمِ ضرورت کا معتقد کافر ہے

جب یہ عقیدہ رکھنے لگ جائے کہ ایسے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو خدا نے فرما رکھے ہیں۔ نیز اوامر الٰہی کی تعمیل و عدم تعمیل میں کچھ فرق نہ سمجھے تو وہ کافر ہے اور خدا نے اپنے دوستوں کے علاوہ تمام پر بہشت حرام کر دیا ہے۔

فصل (۱)

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى

کی تفسیر اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى الخ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس کے مقدر میں خدا کی جانب سے بھلائی درج ہو چکی ہے۔ وہ ضرور مومن و متقی بن کر رہے گا۔ اور جو جماعت مومنین سے نہیں اس کے مقدر میں خدا کی طرف سے بھلائی درج بھی نہیں ہے، ہاں! خدا کی طرف سے بندے کے لیے جب کوئی کام مقدر ہو چکا ہوتا ہے تو خدا ہی اسے ایسے کام میں بھی لگا دیتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنا مقدر پا لیتا ہے۔

تقدیرِ اسباب و مسبّبات اور اس کی تمثیل چنانچہ جس کے مقدر میں اولاد

ہوتی ہے ، اسے عورت سے وطی کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ حاملہ ہو جائے ، اور اولاد پیدا ہو ، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسباب ومسبّبات مقدر فرمائے ہیں اور یہ دونوں خدا ہی کی جانب سے مقدر شدہ ہیں ، اب جسے یہ خیال ہو کہ عزوجل نے فلاں شخص کے لیے بلا اسباب خیر وبھلائی مقرر کر دی ہے کسی کے لیے خدا کی طرف سے بلا سبب بھلائی مقدر ہونے کا خیال رکھے ۔ تو وہ گمراہ ہے ۔ بلکہ اسے یقین ہو جانا چاہیئے کہ خدا ہی اسباب ومسبّبات کا آسان کنندہ ہے اور اسی نے ازل میں ان دونوں کو مقدر فرما دیا ہے

فصل (۲)

"معصیت" اور اس کا غلط وصحیح مفہوم

جو یہ کہے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے گناہ نہیں کیا ۔ وہ قرآن کا تکذیب کنندہ ، اور مستحق توبہ ہے ۔ توبہ کرے تو بہتر ورنہ قابل گردن زدنی ہے ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ۔

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۔

آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو راہ صواب سے بھٹک گیا ۔ پھر خدا نے اسے برگزیدہ بنا کر توبہ قبول کی اور اپنی اطاعت کا راستہ دکھایا ۔

(۱۶ - ۱۲)

معصیت کا صحیح مفہوم

امر شرعی کی مخالفت کا نام معصیت ہے جو شخص امر الٰہی کی ، جس کے متعلق اس نے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں ، مخالفت کرے ، وہ اس کا نافرمان ہے ، اگر وہ بھی خدا کی قضا وقدر میں داخل ہے ۔

معصیت کا غلط مفہوم، اور تردید

ان لوگوں کے خیال میں "تقدیر الٰہی سے نکلنے کا نام معصیت ہے" اگر یہی معصیت ہے۔ تو ابلیس و فرعون، قوم نوح و قوم عاد و ثمود اور جملہ کفار بھی نافرمان نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ تقدیر الٰہی میں داخل ہیں۔

جبریہ کو منوانے کا عجیب طریقہ

جبریت تقدیر کے قائل کو مار پیٹ کر خوب ذلیل کیا جائے اگر چین بچیں ہو اور ظلم کا بدلہ لینا چاہے تو اسے کہا جائے کہ یہ ظالم بیچارہ بھی تو مجبور ہے۔ خدا کا نافرمان نہیں کیونکہ تمام مخلوق کی طرح یہ بھی تقدیر الٰہی میں داخل ہے غرضیکہ اس قول کا قائل خود اپنے دعویٰ کا باطل کنندہ ہوتا ہے۔ اور کسی حالت پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

فصل (۳)

مستطیع و غیر مستطیع کا فرق

جو یہ کہتا ہے کہ ہمیں اپنے جملہ افعال میں کچھ اختیار وہ بالکل جھوٹا ہے۔ کیونکہ خدا نے مستطیع قادر اور غیر مستطیع میں فرق رکھا ہے۔ فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (۶۴-۱۶) — خدا سے اپنے مقدور بھر ڈرو۔

اور فرمایا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (۳-۹۶) — لوگوں پر حج بیت اللہ خدائی فرض ہے جسے بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت و استطاعت ہو

نیز ارشاد باری ہے

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَۃً (۳۰-۵۴)

خدا قادر مطلق ہے جس نے تمہیں کمزور حالت سے (جو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے) پیدا کر لیا پھر (طفلی کی) کمزوری کے بعد (جوانی کی طاقت دی) پھر توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپے کی حالت کردی

مشیّت و فعلِ انسانی

خدا تعالٰے نے بندوں کے لیے کلام اللہ میں اکثر جگہ ارادہ و فعل ثابت کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ○ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۸۱-۲۸)

(قرآن) اسی کے لیے (مفید) ہے کہ جو تم میں راہ راست پر چلنا چاہے اور تمہاری مشیت خدائی مشیت پر موقوف ہے

اور فرمایا۔

جَزَآءً بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۹)

تمہارے عملوں کا بدلہ ہے۔

افعال العباد کا خالق خدا ہے

لیکن بندہ اور بندے کی قدرت مشیّت اور عمل کا (بھی) خدا ہی خالق ہے۔ کیونکہ وہی ہر شے کا رب، و معبود اور ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

فصل (۴)

احتجاج بالقدر غیر مفید ہے

کسی کا کہنا۔ کہ زنا کا جنس معصیت ہونا مکتوب ہو چکا ہے یہ کلام تو صحیح ہے، مگر اس سے احتجاج بالقدر بے سود ہے، کیونکہ خدا نے بندوں کے تمام نیک و بد افعال نیز ان کا نتیجہ یعنی نیکبخت و بدبخت ہونا تحریر فرما کر ثواب و عقاب کے لیے اعمال کو ان کا سبب بنا دیا ہے۔

تمثیل: جیسا کہ اس نے بیماریاں لکھ کر، مرض یا موت کے لیے انہیں

سبب ٹھہرادیا ہے۔ لہٰذا جو زہر کھائے گا۔ وہ مریض لقمہ اجل ہو کر رہے گا اور خدا ہی نے یہ دونوں مقدور تحریر فرمائے ہیں۔

ایسے ہی کفر وفسق اور نافرمانیوں جیسے منہی عنہ افعال کا مرتکب وہی کرتا ہے، جو اس کے لیے مقدر ہو چکا ہو، اگرچہ وہ اس سزا کا بھی مستحق ہوتا ہے، جو خدا نے ایسے عمل کے مرتکب پر لازم فرمائی ہے۔

حجتِ جبریہ و حجتِ مشرکین میں مماثلت

گناہ کرنے پر ان کا تقدیر کو حجت پکڑنا حجت مشرکین کی قسم سے ہے، جن کی حکایت خدا نے بیان فرمائی ہے۔ کہ

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (۱۶-۳۵)

مشرکوں نے کہا۔ کہ خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ (اجداد) اس کے سوا کسی شئے کی پرستش کرتے۔ اور نہ ہی (اپنی طرف سے) اس کے (حکم) کے بغیر کسی شئے کو حرام ٹھیراتے۔ ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی (حیلہ) کیا

نیز ارشاد ہے:-

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ

عنقریب مشرکین یہ حجت پیش کریں گے۔ کہ خدا کی مشیت ہوتی تو ہم اور ہمارے آباؤ (واجداد) نہ شرک کرتے، نہ (ازخود) کسی شے کو حرام کرتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی (پیغمبروں کو) ایسے ہی جھٹلایا۔ یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ کر رہے (اے پیغمبر) ان سے پوچھو تمہارے پاس (کوئی کتابی)

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۶-۱۴۹-۱۵۰)

سند بھی ہے کہ ہمارے دکھانے کے لیے نکالو تم تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہو۔ اور انکلیں دوڑاتے ہو۔ اے پیغمبر آپ کہیے حجت کاملہ تو خدا ہی کی حجت ہے وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لے آتا۔

فصل (۵)

کلمہ سے داخلہ جنت

قائل کے قول مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے وہ جنت میں داخل ہوگا) اور حدیث مذکورہ سے احتجاج کا جواب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں وعدہ ووعید دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (۴-۱۰)

یتیموں کا مال ناحق (خورد برد کرکے) کھا جانے والے اپنے شکموں میں آگ بھرتے ہیں۔ اور عنقریب جہنم رسید ہوں گے۔

نیز ارشاد ہے:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ لیکن باہمی رضامندی سے تجارت میں کوئی مضائقہ نہیں، اور ایک دوسرے کو قتل مت کرو۔ خدا تم پر بڑا مہربان ہے اور جو شخص ظلم و تعدی

يَفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۴ - ۲۹ - ۳۰)

سے یہ کام کرے تو عنقریب ہی ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ اور یہ امر خدا کو آسان ہے۔

علیٰ ہذا القیاس ایسی اکثر مثالیں قرآن حدیث میں موجود ہیں۔ اس لیے مومن کا فرض ہے۔ کہ دونوں کی تصدیق کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض پر ایمان اور بعض سے کفر ہو۔ کیونکہ جبریہ مشرکیہ وعدہ کی تو تصدیق کرتے ہیں مگر وعید کی بالکل تکذیب کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل حروریہ و معتزلہ وعدہ کی نہیں و بلکہ صرف، وعید کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر یہ دونوں غلط۔ لیکن اہل سنت والجماعت کا وعدہ و وعید دونوں پر ایمان ہے۔

وعید و عقاب کی تین شرطیں

خدا نے جیسے اپنے وعید و عقاب کو تین شرطوں سے مشروط فرمایا ہے، کہ (۱) گنہگار توبہ نہ کرے، اگر تائب ہو جائے تو اس کی توبہ منظور ہے (۲) یا اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں۔ جو اس کے گناہوں کو مٹا ڈالیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (۱۱-۱۴) کیونکہ نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (۳) یا اس کی مغفرت کے لیئے خدا کی مشیت نہ ہو، کیونکہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴ - ۱۱۶)

خدا شرک کو نہیں بخشتا اور شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

ایسے ہی وعدہ کی تفسیر و بیان ہے (یعنی اس کی بھی تین شرطیں ہیں)

پانچ قسم لوگ

۱۔ زبانی کلمہ گو: وہ جو زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہے اور محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے۔ وہ باتفاق مسلمین کافر ہے۔

(۲) وحی الٰہی کا منکر۔ ایسے ہی خدا کی نازل کردہ (کتاب) سے کسی شئے کا منکر کافر ہے (لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی پوری کتاب (و شریعت) پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۳) اہلِ کتاب۔ اگر وہ اہل کتاب سے ہے تو اس کا معاملہ سپردِ خدا ہے بخشے یا عذاب کرے۔

(۴) مُرتد۔ اگر اسلام سے مرتد ہو کر ارتداد پر مرے، تو دوزخی ہے، کیونکہ برائیوں کو توبہ اور نیکیوں کو ارتداد ضائع کر دیتا ہے۔

(۵) مخلوط العمل۔ جس کے پاس نیکیاں اور برائیاں (دونوں موجود) ہوں تو خدا کا اس پہ کچھ ظلم نہیں ہوگا۔ بلکہ۔

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (۹۹-۷-۸)	اور جو ذرہ بھر نیکی کرے گا۔ وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھ پائے گا۔

اور اپنی رحمت و مغفرت سے اس کا پر فضل و احسان فرمائے گا۔

اور جو (مخلوط العمل) ایمان پر مرے۔ وہ ابدی جہنمی نہیں، لہٰذا زانی و چور آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ بلکہ جنت میں اس کا داخلہ لابدی ہے۔ جس کے دل میں ایمان کا ذرہ بھی ہوگا۔ وہ جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

یہ مسئول عنہم لوگ، قدریہ، مباحیہ، مشرکیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان کی مذمت میں اس قدر آثار آئے ہیں کہ اس (مختصر) جواب میں سما نہیں سکتے۔

تیسرا رسالہ

اَلنِّیَّۃُ فِی الْعِبَادَات

اِستفتاء متعلقہ

نیت در طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عتق، جہاد وغیرہ۔

(۱) نیت کا موقعہ ومحل دل ہے یا زبان؟ (۲) جہری نیت کرنا واجب ہے یا مستحب (۳) کیا کوئی مسلمان اس بات کا قائل ہے۔ کہ جہری نیت نہ ہو، تو نماز وغیرہ باطل ہو جاتی ہے (۴) یا کسی نے جہری نیت کرنے والے کی نماز کو آہستہ کہنے والے کی نماز سے افضل کہا ہے، خواہ وہ امام ہو یا مقتدی، یا منفرد (۵) "تلفظ بالنیۃ واجب ہے یا نہیں؟ (۶) کیا ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ اسلام میں سے کوئی تلفظ نہ ہونے سے بطلان نماز کا قائل ہے؟ (۷) اگر تلفظ بالنیۃ واجب نہیں تو کیا مستحب ہے؟ (۸) اس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا مسلک کیا ہے؟ (۹) کیا جہر بالنیۃ پر باعتقاد مشروعیت اصرار کنندہ شخص، بدعتی، اور شریعت اسلامیہ کا مخالف ہے؟ (۱۰) اگر باز نہ آئے تو مستحق تعزیر و عقوبت ہے۔ یا نہیں۔؟

اَلْجَوَاب

شیخ الاسلام تقی الدین، ابو العباس، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ نے بقیام دمشق [illegible] تحریر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ تمام حمد وثنا کا سزاوار خدائے رب العالمین ہے

محل نیت دل ہے زبان نہیں

جملہ عبادات، طہارت، صلوٰۃ و زکوٰۃ صیام و حج، عتق وجہاد وغیرہ میں، باتفاق ائمہ اسلام، محل نیت دل ہے، زبان نہیں۔

نیتِ قلبی معتبر ہے

(۱) اگر نیت قلبی کے خلاف زبان سے کچھ کہے تو اعتبار نیت قلبی کا ہوگا۔ لفظوں کا نہیں (۲) اگر محض زبان سے نیت کرے، مگر دل میں نہ ہو۔ تو باتفاق ائمہ مسلمین یہ ناجائز ہے کیونکہ

نیت کا لغوی مفہوم

نیت، قصد وعزم کی جنس سے ہے۔ عربی کہتے ہیں۔

نَوَاكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ اَیْ قَصَدَ لَكَ بِخَيْرٍ۔ خدا نے تیرے ساتھ بھلائی کی نیت کی یعنی بھلائی کا ارادہ کیا۔

استشہاد بالحدیث

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى الدُّنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ۔ (حدیث)

عمل نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر ایک کو اپنی اپنی نیت کا پھل ملے گا، تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہو، وہ مہاجر الی اللہ والرسول ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا، یا تزویج عورت کی غرض سے ہو تو وہ اسی چیز کا مہاجر ہے جس کے لیے اس نے ہجرت اختیار کی۔

اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد باتفاق ائمہ اربعہ وغیرہم نیت قلبی ہے۔ لسانی نہیں اور سبب حدیث بھی اسی پر دال ہے۔ کیونکہ

مہاجرِ امّ قیس کا واقعہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ایک عورت بنام اُمِ قیس سے شادی کی خاطر ایک شخص نے مکہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت کی تو اس کا نام مہاجر ام قیس پڑ گیا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے ممبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ حدیث بیان فرمائی۔ تو یہ اس کی نیت قلبی تھی (لسانی نہیں)

جہری نیّت بدعت ہے جہر بالنیۃ باتفاق مسلمین نہ واجب ہے، نہ مستحب اور نہ ہی کسی مسلمان کے نزدیک جہراً نیت نہ کہنے والے کی نماز باطل ہوتی ہے۔ بلکہ جاہر بالنیۃ جب اسے حکم شرعی سمجھ کر کرے۔ تو وہ بدعتی مخالفت شریعت، جاہل، گمراہ مستحق تعزیر و عقوبت ہے، ڈانٹ ڈپٹ اور توضیح (مسائل) کے بعد بھی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ خصوصاً جبکہ رفع صوت کے باعث اپنے ساتھی کے لیے موجب تکلیف بنے یا بار بار کہے تو سخت تعزیر کے قابل ہے۔

اہل اسلام میں سے کوئی شخص بھی صلوٰۃ جاہرے صلوٰۃ مخافت کی افضلیت کا قائل نہیں خواہ امام ہو، یا مقتدی یا منفرد۔

سرّی نیت کے عدمِ وجوب پر ائمہ کا اتفاق آہستہ تلفظ بالنیۃ کرنا بھی آئمہ اربعہ اور جملہ آئمہ مسلمین کے نزدیک واجب نہیں نہ ہی کوئی امام طہارت و صلوٰۃ روزہ و حج وغیرہ میں تلفظ بالنیہ کا قائل ہے۔

زبان سے کسی نماز کا نام لینا کیا ضرور نمازی کو زبان سے یوں کہنا بھی ضروری نہیں کہ میں ظہر یا عصر پڑھ رہا ہوں، یا امام یا مقتدی ہوں، یا فرض یا نفل پڑھ رہا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ دل میں نیت کا (موجود) ہونا کافی ہے اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی (علیم

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے

غسل و وضو، اور روزہ میں

ایسے ہی غسل جنابت و وضو میں محض نیت قلبی ہی کافی ہے۔ نیت روزہ کا بھی یہی حال ہے۔ کسی کو رمضان شریف میں زبانی اَنَا صَائِمٌ غَدًا میں کل روزہ رکھوں گا کہنا باتفاق ائمہ کرام واجب نہیں بلکہ دل میں نیت کا ہونا کافی ہے۔

مفہومِ نیت

نیت، تبلیغ علم کا نام ہے تو جسے یہ معلوم ہو، کہ میں فلاں کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، یقیناً وہ اس کی نیت کرے گا۔

جب کسی مسلم کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ کل رمضان ہے، تو وہ روزہ داروں سے ایک روزہ دار ہوگا۔ اور یقیناً وہ اس کی نیت (ضرور) کرے گا۔ اگر اسے علم ہو کہ کل عید ہے، تو اس رات وہ روزہ کی نیت نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب یہ معلوم ہو، کہ صلوٰۃ قائمہ صلوٰۃ فجر یا ظہر ہے، اور یہ بھی علم ہو۔ کہ فجر یا ظہر ہی پڑھنے کا ارادہ ہے تو وہ اسی نماز کی نیت کرے گا یہ ناممکن ہے کہ علم میں ہو فجر اور نیت کرے ظہر کی۔ ایسے ہی جب معلوم ہو کہ امام یا مقتدی بن کر نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو ضرور یہی نیت کرے گا اگر منفرد ہو تو نیت بھی یقینی انفراد کی ہو گی۔

نیت، علم و اعتقاد کے تابع ہوتی ہے

نیت یقیناً علم و اعتقاد کے تابع ہوتی ہے۔ بشرطیکہ ارادہ فعل کا علم ہو۔ جب یہ معلوم ہو کہ ظہر پڑھنے کا ارادہ ہے نیز یہ بھی معلوم ہو کہ یہ نماز، نماز ظہر ہی ہے، تو غیر ظہر کا قصد بھی نہیں کرے گا۔

غلطیٔ اعتقاد یا واقعہ کی دو صورتیں

اگر بقاء وقت کے خیال سے اسی وقت کی نماز کی نیت کرے بعد ازیں خروج وقت کا پتہ لگ جائے۔ تو باتفاق ائمہ اسے وہی نماز کافی ہے۔

اور اگر خروج وقت کے خیال سے بعد الوقت نیت کرے۔ بعد ازاں واضح ہو کہ نماز اپنے وقت میں ہوئی۔ پھر بھی باتفاق آئمہ وہی نماز کافی ہے۔ اگر کسی خاص امام مثلاً زید کے پیچھے نماز پڑھنے کا قصد تھا۔ مگر امام کوئی غیر تھا۔ تو اس نے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ اگر قصد امام حاضر کے پیچھے پڑھنے کا تھا، خواہ کوئی امام ہو اور خیال میں وہ زید تھا، مگر معلوم ہوا کہ عمر ہے تو یہ مضر نہیں۔

مثال دیگر ایسے ہی اگر حاضر میت کا جنازہ مقصود تھا، خواہ کوئی ہو اور خیال میں مرد تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ عورت ہے۔ تو جنازہ صحیح ہے۔ بخلاف اسکے کہ مقصود کسی خاص شخص کا جنازہ ہو۔ جو اس کے ذہن میں ہے۔ اور جنازہ بھی اسی کا پڑھے، مگر معلوم ہوا، کہ کوئی اور آدمی ہے تو اس صورت میں اس نے حاضر میت کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(بہر صورت) یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے، کہ تلفظ بالنیہ کسی امام کے نزدیک واجب نہیں۔

منشاءِ غلطی لیکن بعض متاخرین نے مذہب شافعیؒ سے اس تلفظ کی ایک وجہ نکالی ہے۔ جسے جمہور ائمہ شوافع نے غلط ٹھہرایا ہے (یعنی) یہ ہے کہ امام شافعی نے ابتدائے نماز میں کچھ نطق کا ہونا ضروری بتایا ہے۔ اور اس غلطی کنندہ نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے امام شافعیؒ کی مراد نطق بالنیہ ہے اسی لیے تمام شوافع نطق کرنے لگ گئے ہیں

تلفّظ بالنّیّۃ میں دو قول اور تلفظ بالنیہ مستحب ہے یا نہیں۔ اس میں فقہاء کے دو مشہور قول ہیں۔

پہلا قول:۔ بعض نے تلفظ بالنیہ کو مستحب سمجھا ہے۔ جیسا کہ اصحاب ابی حنیفہؒ و شافعیؒ و احمدؒ نے بیان فرمایا۔ اور تلفظ بالنیہ کو مؤکد کہا اور نماز روزہ

حج وغیرہ میں اسے مستحب سمجھا ہے۔

دوسرا قول اور بعض نے اسے مستحب نہیں سمجھا۔ جیسا کہ بعض اصحاب مالکؒ واحمدؒ وغیرہ کا قول ہے۔ اور یہی امام مالکؒ واحمدؒ ودیگر آئمہ سے منصوص ہے۔

قول صحیح ۔ ابوداؤد نے فرمایا۔ میں نے امام احمد سے دریافت کیا۔ آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ پڑھتے ہیں؟ فرمایا، نہیں! اور یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے پہلے کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ نہ ہی آنحضرت صلعم اور آپ کے خلفاءؓ نماز اور حج وغیرہ عبادات میں "تلفظ بالنیہ" کرتے تھے۔ نہ ہی "تلفظ بالنیہ" کا کسی کو حکم دیا ہے۔ بلکہ حضورؐ نے اپنے شاگردوں کو یہی تعلیم دی، کہ نماز پڑھنے لگو تو تکبیر کہو اور خود بھی نماز کے لیے جب کھڑے ہوتے، تو (صرف) تکبیر کہتے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	رسول اللہ صلعم نماز کو تکبیر سے اور قرأت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے

آنحضرتؐ نے تکبیر سے پہلے نہ "تلفظ بالنیہ" کیا ہے۔ نہ ہی اور کچھ پڑھا ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کو اس کی تعلیم دی ہے۔ اور اگر زبان سے نیت کرنا مستحب ہوتا تو خود کرتے، اور مسلمانوں کو بھی سکھاتے ایسے ہی۔

تلبیۂ حج سے پہلے کچھ کہنا ناجائز ہے حج میں احرام کا افتتاح تلبیہ سے کرتے اور اہل اسلام کے لیے بھی یہی مشروع فرمایا، کہ آغاز حج میں تلبیہ کہیں اور ضباعۃؓ بنت زبیرؓ کو فرمایا۔ حج کرو اور شرط کرتے جاؤ۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَمَحِلِّيْ	حاضر ہوں خدایا حاضر ہوں۔ جہاں رکاوٹ

حَيْثُ حَبَسْتَنِي۔ ہو جائے۔ میرے لیے وہی احرام کھولنے کا مقام ہے۔

تو اسے یہ حکم دیا تھا، کہ تلبیہ کے بعد شرط کرے۔ لیکن کسی کے لیے تلبیہ کے پہلے کچھ بھی مشروع نہیں فرمایا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ اَوِ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ — خدا! میں عمرہ یا حج یا عمرہ و حج (دونوں) کا ارادہ کرتا ہوں۔

نہ ہی یوں کہنے کی ضرورت ہے، کہ

فَيَسِّرْهُ عَلَيَّ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي — خدایا! اسے آسان فرمائیے اور قبول کیجیے۔

نہ ہی یہ کہے، کہ

نَوَيْتُ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَةَ اَوْ نَوَيْتُهُمَا جَمِيْعًا — میں نے حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کی

نہ ہی اَحْرَمْتُ لِلّٰهِ (میں نے رضا الٰہی کی غرض سے احرام باندھا) وغیرہ عبارتیں پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی تلبیہ سے پہلے اور کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ حج میں تلبیہ ایسے ہے، جیسے نماز میں تکبیر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام فرماتے تھے۔

فُلَانٌ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَاَهَلَّ بِهِمَا۔ — فلاں شخص نے حج عمرہ یا دونوں کے لیے اہلال یعنی تلبیہ کہا۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے کَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ (نماز کے لیے تکبیر کہی) بلند آواز سے تلبیہ کرنے اہلال کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم اپنے تلبیہ میں جو یہ کہتے تھے، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا (عمرہ و حج کے لیے حاضر ہوں) تو تلبیہ کے بعد ارادہ فعل (حج) کا نام لیتے تھے پہلے نہیں اور لوگوں نے جو تکبیر و تلبیہ کے پہلے اور طہارت و جملہ عبادات میں نیت کے الفاظ گھڑ رکھے ہیں، سراسر بدعت و غیر مشروع ہیں۔ سلف عبادت مشروعہ میں خودساختہ

اضافے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع نہیں فرمایا بلکہ عبادات میں اس کے ترک پر مداومت کی ہے۔ انہیں کرنا اور ان پر مداومت کرنا دو وجہ سے بدعت وضلالت ہے اوّل بلحاظ اعتقاد معتقد کہ یہ مشروع و مستحب ہے اس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے، باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اسے نہیں کیا تو اس قول کی حقیقت یہ ہوئی کہ ہمارا فعل، رسول خدا کے فعل سے اکمل و افضل ہے

امام مالکؒ سے بدعت کی تشریح

مالک بن انسؓ سے کسی نے احرام قبل المیقات کے متعلق دریافت کیا، تو فرمایا، فتنے کا خطرہ ہے، سائل نے کہا، اس میں کونسا فتنہ ہے؟ یہ تو اطاعت الٰہی میں زیادہ کوشش ہے، فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا فتنہ ہو سکتا ہے، کہ نفلی امر کے متعلق تیرا یہ گمان ہو، کہ تو نے خصوصًا وہ فضل (وکمال) حاصل کر لیا ہے جو رسول خدا کو بھی حاصل نہیں اور آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۲۴-۶۳)

امر رسول کے مخالفین کو فتنہ یا دردناک عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

سُنت سے بے توجہی

صحیحین میں آنحضرت صلعم سے ثابت ہے کہ فرمایا

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

جو میری سنت سے اعراض کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں

یعنی جو میری سنت سے غیر سنت کو افضل سمجھتے ہوئے بدیں خیال سنت سے اعراض کر جائے، کہ اس کی مرغوب چیز غیر مرغوب سے افضل ہے وہ میرے طریقہ پر نہیں۔

أَلَا إِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كَلَامُ اللهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

خبردار! تمام کلاموں سے بہتر خدائی کلام ہے اور سب ہدایتوں سے بہتر ہدایت محمدی ہے۔

چنانچہ بخاری میں آنحضرتؐ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمعہ کے دن آپ خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ "تو (اب) جو شخص کسی کی ہدایت کو ہدایت محمدیؐ سے افضل کہے، وہ مفتون وگمراہ ہے، ارشاد الٰہی ہے کہ۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۴-۶۱) — حکم رسول کے مخالفین کو فتنہ و عذاب الیم میں مبتلا ہونے سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

پھر خدا ہی نے مسلمانوں کو اتباع رسولؐ اور رسول علیہ السلام کے مقرر کردہ واجبات و مستحبات وجوب و استحباب کے عقیدہ کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس سے کوئی چیز افضل نہیں جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ خدا کا نافرمان ہے

فرقہ غالیہ کے لیے بددعا

صحیح مسلم میں آنحضرتؐ سے بروایت ابن مسعودؓ مروی ہے۔ کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ ہَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ (شرع میں غلو کرنے والے ہلاک ہو جائیں۔

سنت میں میانہ روی بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے

ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ نے فرمایا "اقتصاد فی السنۃ" اجتہاد فی البدعۃ سے بہتر ہے، صحیح مسلم میں ابن عمرؓ کا قول ہے۔ کہ

صَلٰوةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ فَقَدْ كَفَرَ۔ — صلٰوۃ سفر دو رکعت ہے جو سنت کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔

یعنی جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مسافر کو سفر میں دو رکعتیں ناکافی ہیں تو اس نے کفر کیا۔

دوسری وجہ

دوم بلحاظ مداومت در عبادات یعنی ایسے فعل پر مداومت جو رسول خداؐ کے دائمی فعل کے بالکل مخالف ہو۔ یہ

باتفاق ائمہ بدعت ہے خواہ کسی کو اس میں زیادہ نیکی کا گمان کیوں نہ ہو، جیسا کہ بعض متقدمین نے عیدین میں آذان و اقامت ایجاد کی۔ اس لیے اسے منع کر دیا گیا۔ اور آئمہ اسلام نے بھی مکروہ سمجھا۔ ایسے ہی اگر سعی (بین الصفا والمروۃ) کے بعد طواف کی دو رکعتوں پر قیاس کر کے دو رکعت نماز پڑھے (تو اس نے بدعت ایجاد کی)

بعض متأخرین کی مخالفتِ سُنّت

بعض متاخرین شافعیہ نے اسے مستحب سمجھا ہے اور بعض متاخرین حنابلہ نے حاجی کے لیے دخول مسجد الحرام کے وقت افتتاح تحیۃ المسجد کو مستحب سمجھا ہے مگر یہ دونوں فعل خلاف سنت ہیں۔

فعلِ سُنّت

سنت تو یہ ہے کہ محرم طواف سے افتتاح کرے، جیسا کہ آنحضرت ؐ نے دخول مسجد کے وقت (خود) کیا۔ مگر مقیم، جو طواف کے سوا محض ارادۂ نماز سے جائے۔ اس کا یہ حکم نہیں۔

تکمیلِ دین و اتمامِ نعمت

غرضیکہ خدا نے اپنے رسول ؐ اور اس کی امت کے لیے دین کو کامل کر کے اتمام نعمت فرما دیا (اب) جو شخص کسی عمل کو از خود واجب و مستحب ٹھہرائے۔ جسے خدا و رسول ؐ نے واجب و مستحب نہیں ٹھہرایا۔ وہ غلطی پر ہے۔ جیسا کہ خدا و رسول ؐ کے مکروہ اور حرام کردہ فعل کو (خود حرام و مکروہ ٹھہرائے، تو غلطی پر ہے۔ لہٰذا اصل حقیقت یہی ہے کہ حرام وہی ہے۔ جسے خدا اور رسول حرام کرے اور دین وہی ہے جسے خدا و رسول ؐ مشروع فرمائیں۔ اور

جہّال کا دین

جو ان دونوں سے نکل جائے، وہ ایسے گروہ میں داخل ہوا جس نے شرع میں وہ چیزیں رائج کیں جن کی خدا نے اجازت نہیں دی اور وہ چیزیں حرام کیں جنہیں خدا نے حرام نہیں ٹھہرایا۔ اور

یہ اہل جاہلیت، دمخالفین رسول کا دین ہے۔ جن کی مذمت خدا نے سورہ انعام و اعراف وغیرہ میں بیان فرمائی۔ کیونکہ انہوں نے دین میں خدا کے ممنوعات کو مشروع حلال کو حرام اور محرمات کو حلال ٹھیرا لیا تھا۔ اس لیے خدا نے ان کی مذمت و عیب گوئی فرمائی۔

مومنوں کا دین

اسی لیے اہل ایمان یہ کہتے چلے آتے ہیں، کہ احکام خمسہ کا ایجاب و استحباب، تحلیل و تحریم اور کراہت صرف خدا و رسول سے اخذ کیے جائیں، لہذا واجب وہی ہے جسے خدا و رسول واجب فرمائیں مستحب صرف وہ ہے۔ جس کو خدا و رسول مقرر فرمائے، اور حلال و حرام اور مکروہ بھی وہی ہو سکتے ہیں جنہیں خدا و رسول حلال و حرام اور مکروہ ٹھیرائیں۔

تنازع اور رجوع الی اللہ والرسول

جس میں علماء کا تنازع ہو جائے اسے خدا و رسول کی طرف لوٹا یا جائے گا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۴-۵۹)

ایماندارو! خدا اور رسول اور امیروں کی اطاعت کرو۔ کسی مسئلہ پر نزاع پڑ جائے تو اسے خدا و رسول کی طرف رد کرو بشرطیکہ خدا اور قیامت پر تمہارا ایمان ہو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔

جاہل مفتی کی گوشمالی

اور جو شخص جاہل ہو کر، اور آئمہ کے متفقہ مسائل کے خلاف فتویٰ صادر کرے اسے روکا جائے بصورت اصرار اس کی تادیب کی جائے۔ جیسا کہ اس جیسے بے وقوفوں سے یہی سلوک ہوا کرتا ہے

تقلیدی [illegible] کی اقتدا [illegible] جائز ہے

اور خلاف شریعت غالی رد متعصب

امام کی پیروی نہ کرے۔ خواہ علم وفقہ میں کتنا ہی مشہور ہو۔ بلکہ مسئلہ کسی عالم (متحمل) سے دریافت کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بعض سلف کا ارشاد ہے۔

لَاتَنْظُرْ اِلٰی عَمَلِ الْفَقِیْهِ وَلٰکِنْ سَلْهُ یَصْدُقُكَ — فقیہہ کے عمل نہ دیکھو اسے سوال کیجئے کہ وہ سچی بات بتائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ

چوتھا رسالہ

مسائلِ نیّت

استفتاء شیخ و امام، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بزمانہ قیام دیار مصریہ ۷۰۶ھ ہجری میں دریافت کیا گیا کہ:۔

ایک شخص بلند آواز سے نیت کرتا ہے اور یوں کہتا ہے۔فلاں فلاں فرض پڑھنے کی نیت کرتا ہوں (کبھی) کسی ایک خاص نماز کی تعیین کرتا ہے۔ (اور) کبھی رکعات کی اس طرح گنتی کرنے لگتا ہے کہ دوسرے آدمی کو تشویش میں ڈال دیتا ہے۔ کوئی سمجھائے۔ کہ یہ خدا اور رسول کا حکم نہیں، تو جواب دیتا ہے کہ یہی تو خدا اور رسول کا حکم ہے (نیز) امام جہری قرأت سے پڑھ رہا ہو، تو پیچھے بلند آواز سے پڑھنے لگ جاتا ہے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابہ و آئمہ اربعہ وغیرہ سے کسی نے ایسا کیا ہے؟ جب ائمہ مسلمین و علماء اسلام نے بھی نہیں کیا تو ان کی طرف یہ

حکم منسوب کرنے والا کونسی تعزیر کا مستوجب ہے۔

نیز وہ یہ کہتا ہے کہ ہر کوئی دین میں جس طرح چاہے کر سکتا ہے اور جو اس امر کا انکار کرے، وہ جاہل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الجواب تمام حمد وثنار کا سزاوار خدائے رب العالمین ہی ہے۔

جہر بلفظ النیۃ نہ مشروع ہے۔ نہ علماء اسلام سے منقول ہے۔ نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے نہ ہی خلفاء راشدین، صحابہ کرام، سلف صالحین اور ائمہ امت نے ایسا کیا ہے۔

جہری نیت کے مدعی سے توبہ کرانا جس کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ دین الٰہی ہے، یا واجب ہے اسے شرعی مسئلہ سمجھانا اور ایسے قول سے توبہ کرانا ضروری ہے۔ بصورت اصرار قابل گردن زدنی ہے۔

محل نیت دل ہے، زبان نہیں بلکہ باتفاق ائمہ اسلام (جملہ) عبادات مثلاً وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، کفارہ وغیرہ میں نیت واجبہ کا (موقع و) محل (صرف) دل ہے۔ کیونکہ

نیت کا لغوی معنیٰ نیت، قصد وارادہ (کا نام) ہے اور قصد وارادہ دونوں کا محل باتفاق عقلاء، دل ہے زبان نہیں۔

نیت قلبی وتکلم لسانی کی دو صورتیں اگر نیت قلبی کچھ ہو اور زبان سے کچھ اور ہی کہے، تو اعتبار نیت قلبی کا ہوگا، لفظوں کا نہیں۔ اگر نیت قلبی موجود ہو اور زبان سے بالکل خاموش رہے تو ائمہ اربعہؒ اور تمام اگلے پچھلے ائمہ اسلام کے نزدیک اس کی نیت صحیح ہے اور اس میں کسی صاحب مذہب وفتویٰ کا اختلاف نہیں۔ البتہ

بعض متاخرین کا زعم باطل بعض متاخرین اتباع ائمہ کا زعم ہے کہ تلفظ

بالنیہ واجب ہے مگر جہر بالنیۃ کو اس نے بھی واجب نہیں کیا۔ اور اس کے باوجود یہ قول صریح غلط اور اجماع مسلمین کے بالکل مخالف ہے جس کو سنت پیغمبرؐ طریق خلفاء اور نماز صحابہ کی کیفیت کا علم ہوا سے یہ جاننے بغیر چارہ نہیں کہ یہ سب لوگ زبان سے نیت نہیں کرتے تھے۔ اور

آنحضرتؐ سے تلفظ بالنیہ کا حکم و تعلیم ثابت نہیں

نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا ارشاد فرمایا ہے، اور نہ ہی صحابہ کو اس کی تعلیم دی ہے۔ بلکہ

استشہاد بالحدیث

صحیحین وغیرہ میں ثابت ہے کہ مسیٔ صلاۃ اعرابی کو حضورؐ نے فرمایا۔

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

نماز کے لیے جب کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر جس قدر آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہو، پڑھ لیا کر۔

استشہادِ دیگر

سنن میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

وضو نماز کی کنجی ہے تکبیر اس کی تحریم اور سلام اس کی تحلیل ہے۔

حدیث دیگر

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ:۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

آنحضرتؐ نماز کو تکبیر سے، اور قراءت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے

تواتر و اجماع مسلمین

اور نقل متواتر اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز تکبیر سے شروع کرتے تھے اور کسی مسلمان نے آنحضرتؐ اور صحابہؓ سے تکبیر سے پہلے تلفظ بالنیۃ جہری و

سری نقل نہیں کیا اور نہ آنحضرتؐ نے اس کا ارشاد فرمایا ہے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ یہ (تلفظ بالنیۃ ثابت) ہوتا تو اس کی نقل کے دواعی وضروریات وافر تھے۔

اہل تواتر سے کتمان نقل ممتنع ہے | اہل تواتر سے اس کا کتمان نقل بھی عادۃً وشرعاً دونوں طرح محال ہے۔ جب کسی نے یہ نقل نہیں کیا تو قطعاً معلوم ہو گیا کہ تلفظ بالنیۃ کچھ چیز نہیں۔ اس لیے

تلفظ بالنیۃ میں دو مذہب | "تلفظ بالنیۃ میں فقہاء متاخرین کا تنازع ہے کہ کیا نیت قلبی کے ساتھ اس کا تلفظ بھی مستحب ہے؟

پہلا مذہب | مقلدین ابوحنیفہؒ وشافعیؒ واحمدؒ کے ایک گروہ نے اسے مستحب سمجھا ہے۔ کہتے ہیں کہ تحقیق نیت کے لیے زیادہ تحقیق و وثوق کا باعث ہے

دوسرا مذہب | اور مالکیہ وحنابلہ وغیرہ کی ایک جماعت نے غیر مستحب بلکہ بدعت مکروہ خیال کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ

تلفظ بالنیۃ کے بدعت ہونے پر استدلال | اگر یہ (تلفظ) مستحب ہوتا آنحضرتؐ خود کرتے اور کرنے کا حکم دیتے۔ کیونکہ آں حضرتؐ نے تقرب الٰہی کی تمام چیزیں خصوصاً نماز جس کا طریقہ آپ سے ہی اخذ ہو سکتا ہے۔ پوری طرح بیان فرما دی ہے اور صحیح بخاری میں آپ سے ثابت ہے فرمایا۔

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ — نماز اسی طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتا ہوا دیکھتے ہو

توصفۃ الصلوٰۃ میں یہ اور ایسے دیگر اضافے ان تمام زیادات کے قائم مقام ہیں۔ جو عبادات میں نو پیدا ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ

عیدین میں اذان واقامت کی بدعت | لوگوں نے عیدین میں اذان و اقامت، اور سعی کے بعد مروہ پر دو رکعت پڑھنے کا اضافہ کر لیا ہے۔ وامثالہا

تلفظ بالنیۃ عقلاً فاسد ہے | نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ تلفظ بالنیۃ عقلاً

بھی فاسد ہے۔ کیونکہ قائل کا یوں کہنا، کہ

اَنْوِیْ اَنْ اَفْعَلَ کَذَا وَکَذَا — میں فلاں فلاں کام کی نیت کرتا ہوں۔

ایسا ہے جیسے کہے کہ

اَنْوِیْ اَنْ اٰکُلَ ھٰذَا الطَّعَامَ لِاَشْبَعَ وَاَنْ اَلْبَسَ ھٰذَا الثَّوْبَ لِاَسْتَتِرَ — میں سیر ہونے کے لیے طعام کھانے کی نیت کرتا ہوں یا ستر کے لیے یہ کپڑا پہننے کی نیت کرتا ہوں۔

اور ایسی نیتیں جو دل میں (پہلے ہی) موجود ہوتی ہیں اور زبان سے ان کی قرأت کرنا بالکل قبیح امر سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (۴۹-۱۶) — اے پیغمبر! کہہ دے کیا خدا کو اپنا دین سکھانا چاہتے ہو۔ اسے تو کائنات (کے ذرہ ذرہ) کا علم ہے۔

سلف کے ایک گروہ نے ارشاد الٰہی

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ (۷۶-۹) — ہم تمہیں محض خوشنودی خدا کے لیے کھلاتے ہیں

کے متعلق کہا ہے۔ کہ لوگوں نے زبان سے نہیں کہا بلکہ خدا نے یہ ان کے دلوں سے معلوم کیا ہے۔

تلفظ سری میں متاخرین کا اختلاف | غرضیکہ نیت قلبی کا ہونا بلا اختلاف ضروری ہے اور آہستہ تلفظ بالنیۃ کرنا مکروہ ہے، یا مستحب؟ اس میں متاخرین کا باہمی نزاع ہے۔ لیکن

جہری نیت اور اس کی تکریر منع و غیر مشروع ہے | جہر بالنیۃ باتفاق مسلمین مکروہ منہی عنہ اور غیر مشروع ہے یہی حال بار بار نیت کرنے کا ہے اور ان دونوں (جہر بلفظ النیۃ اور بار بار نیت کرنے) میں باتفاق مسلمین امام و

مقتدی، اور منفرد سب برابر ہیں کسی کو جائز نہیں، بلکہ ایسے افعال سے انہیں منع کرنا چاہیئے، بلکہ جہر بالقراءۃ منفرد کو بھی غیر مشروع ہے، جبکہ دوسروں کے لیے ایذا رسانی کا موجب ہو۔ چنانچہ

تعلیم نبویؐ | ایک دفعہ صحابہ کرام نماز پڑھ رہے تھے۔ آنحضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّكُمْ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ

لوگو! تم سب اپنے رب سے سرگوشی کر رہے ہوتے ہو لہٰذا ایک دوسرے کے پاس اونچی آواز سے قرأت مت پڑھو

نماز میں کبھی جہراً ذکر و دعاء کا حرج نہیں | اور مقتدی کے لیے تو باتفاق مسلمین یہی طریقہ ہے کہ آہستہ پڑھے۔ البتہ کبھی کچھ ذکر جہراً کرے تو حرج نہیں جیسا کہ سری نمازوں میں امام کوئی آیت مقتدیوں کو سنا دے تو حرج نہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ ظہر و عصر کی نماز میں کبھی کوئی آیت مقتدیوں کو سنا لیتے تھے۔ نیز صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ افتتاح نماز اور قومہ کے وقت بعض مقتدی صحابہ جہر بالدعاء کرتے تو آنحضرت انکار نہ فرماتے۔

بدعت اور اس کی تحسین پر سزا | جو فعل بدعت اور اس کی تحسین پر اصرار کرے اس کے لیے ایسی تعزیر مناسب ہے۔ جس سے وہ خود اور اس جیسے دیگر لوگ ایسی حرکات سے رک جائیں اور غلطی سے جو شخص آنحضرت کی طرف باطل منسوب کرے اسے سمجھایا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو سزا دی جائے۔

جاہل مفتی، اور اس کی اعانت | اور کسی کو یہ جائز نہیں کہ بلا علم فتویٰ صادر کرے یا ایسے شخص کی امداد کرے یا دین میں وہ چیزیں داخل کرے جو دین سے نہیں ہیں۔

کلمۂ قبیحہ اور اس کی سزا | اور یہ کلمہ کہ "دین میں اپنی حسب خواہش کام

کرنا چاہیئے" نہایت بُرا ہے اور اس سے توبہ کرانا چاہیئے۔ توبہ کرے تو بہتر۔ ورنہ سزا دینا ضروری ہے۔ بلکہ ایسے کلمہ پر اعتقاد رکھنا موجب قتل ہے۔ لہذا۔

خلافِ شریعت اور وعیدِ الٰہی

کسی کو لائق نہیں کہ دین میں خدا و رسولؐ کے غیر مشروعہ احکام پر عمل کرے۔ چہ جائے کہ اپنی خواہشات و ہوائے نفس کی پیروی کرے ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔ (۲۸-۵۰)

ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں اس کے کہ منجانب اللہ اس کے پاس کوئی دلیل ہو۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (۶ - ۱۲)

یقیناً بہت لوگ بلا سند اپنی خواہشات کے ساتھ (خلق خدا) کو گمراہ کرتے ہیں۔

نیز فرمایا۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (۳۰-۲۶)

خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنا۔ کہ تجھے خدائی راستے سے گمراہ کر دے گی۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ (۵ - ۷۷)

ان لوگوں کی خواہشات پر مت چلو جو پہلے ہی گمراہ ہوئے۔ اور بہت لوگوں کو گمراہ کر کے چھوڑا اور راہ راست سے دور ہو گئے۔

اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ

اے پیغمبر! کیا آپ نے اسے دیکھا! جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا۔ کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں نہیں ہرگز نہیں تو محض

أَضَلُّ سَبِيْلاً۔

(۲۵ ـ ۴۳ ـ ۴۴)

چوپائیوں کی طرح ہیں (کیونکہ وہ بھی بات کو سنتے سمجھتے نہیں) بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

نیز فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۴ ـ ۶۵)

تیرے رب کی قسم! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے باہمی جھگڑوں میں منصف نہ ٹھہرا لیں پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دل میں تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور پر تسلیم کریں۔

اور آنحضرتؐ سے مروی ہے۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ۔

خدا کی قسم! جب تک ان کی خواہش نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو، یہ ایماندار نہیں ہو سکتے۔

اور خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُمْ آمَنُوْا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَحَاكَمُوْا إِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْا أَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا

(۴ ـ ۶۰)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا، جو قرآن اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان کے مدعی ہو کر تحاکم الی الطاغوت چاہتے ہیں، حالانکہ اس سے انکار کر دینے کا حکم دیئے گئے ہیں اور شیطان انہیں انتہائی ضلالت میں لے جانا چاہتا ہے جب انہیں قرآن و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ آپؐ سے اعراض کرتے ہوئے ہٹ رہتے ہیں۔

نیز فرمایا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (۴۲-۲۱)

کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے۔ جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔

اور فرمان خداوندی ہے

الٓمٓصٓ ○ كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ○ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ○ (۷-۱-۲-۳)

یہ کتاب آپ پر اس لیے اتاری گئی ہے کہ لوگوں کو اس کے ساتھ ڈرائیں لہٰذا آپؐ کو اس کی تبلیغ سے دل تنگی نہیں چاہیے اور مومنین کے لیے نصیحت ہے۔ لوگو! تم کو اپنے رب کی منزل کتاب کی پیروی کرنی چاہیے اور خدا کے سوا دوسرے رفیقوں کی مت پیروی کرو۔ کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔

اور ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (۲۳-۷۱)

اگر حق بھی ان کی خواہشات کا تابع ہو جاتا تو تمام کائنات تباہ و برباد ہو جاتی

قرآن میں ایسی اکثر مثالیں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے، کہ انسان پر حق کی اتباع لازم ہے۔ اور دین کو خواہش کا تابع نہ بنانا چاہیے۔

پانچواں رسالہ

ہجرِ جمیل، صفحِ جمیل، صبرِ جمیل

شیخ الاسلام، مفتی انام تقی الدین ابن تیمیہؒ سے ہجر جمیل صفح جمیل، صبر جمیل اور اقسام تقویٰ و صبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے یوں جواب دیا:

الجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ہجر جمیل صفح جمیل اور صبر جمیل کا ارشاد فرمایا۔

ہجرِ جمیل ہجر جمیل یہ ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر اس سے الگ ہو جانا پیشانی پر قہر و عتاب کے آثار لائے بغیر کسی کو معاف کر دینا

صفحِ جمیل صفح جمیل ہے۔ اور

صبرِ جمیل زبان پر کسی مخلوق کے سامنے شکایت کیے بغیر صبر کرنا صبر جمیل کہلاتا ہے۔

شکوہ الی اللہ صبرِ جمیل کے منافی نہیں

شکوہ الی اللہ اور صبر جمیل میں کوئی منافات نہیں ہے۔

دیکھیے! یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ
(۱۲-۸۶)

تو اپنی بے قراری وغم کا شکوہ محض اللہ سے کرتا ہوں۔

نیز دوسری جگہ ارشاد فرمایا

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۔
(۱۲-۱۸)

لہٰذا میں ایسا صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہوگی اور تمہاری بناوٹی باتوں پر خدا سے ہی امداد کی درخواست ہے۔

ایسے ہی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ یہ دعا پڑھا کرتے

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ ۔

خدایا تمام حمد وثنا تیرے لیے ہے تو ہی ہماری شکایتوں کا مرجع ہے تو ہی ہمارا سہارا ہے اور تو ہی ہمارا فریادرس۔ تجھی پہ بھروسہ ہے نیکی کرنے کی توفیق اور گناہ سے بچنے کی طاقت محض تیری امداد سے ہے۔

علیٰ ہذا القیاس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں کفار کے ہاتھوں تکلیف پہنچی تو آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضُعْفَ قُوَّتِي وَقِلَّةَ حِيلَتِي وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَأَنْتَ رَبِّي اَللّٰهُمَّ إِلَىٰ مَنْ تَكِلُنِي؟ أَإِلَىٰ بَعِيدٍ يَتَجَهَّمُنِي أَمْ إِلَىٰ عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي، إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِي غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِي أَعُوذُ

الٰہی! میں تجھی سے اپنی بیکسی وبیچارگی کمپرسی کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو ہی میرا اور کمزوروں کا رب ہے۔ اے مولا! تو مجھے کس کے سپرد کرنا چاہتا ہے کیا ایسے بعید آدمی کی طرف جو ترشروئی سے پیش آئے یا ایسے دشمن کی طرف جسے تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہو اگر تو مجھ پر خشم آلود نہیں تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ البتہ

بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ الظُّلُمٰتُ لَهٗ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا، اَنْ يَّنْزِلَ بِيْ سَخَطُكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى۔

تجھ سے عافیت مطلوب ہے جو تیرے لیے تمام چیزوں سے وسیع تر ہے، میں تیرے غصہ وغضب کے نزول سے تیرے چہرہ اقدس کے نور کی پناہ لیتا ہوں، جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں اور جس کے باعث دنیا و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے ہیں۔ تو اتنا ہی بے نیاز ہے جتنی تیری رضا ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نماز فجر میں اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ پڑھا کرتے اور اس قدر روتے کہ آپ کی آواز آخری صفوں تک پہنچتی۔

شکوٰی الی المخلوق اور صبر جمیل میں منافاۃ

مگر شکوٰی الی المخلوق شکوہ الی اللہ کے برعکس صبر جمیل کے بالکل منافی ہے۔ امام احمد سے ان کی مرض الموت میں کہا گیا، کہ عبد الرحمٰن اور طاؤس بن کیسان (مشہور تابعی) نے رونے کو مکروہ سمجھا اور فرمایا۔ کہ یہ بھی شکوہ ہے تو مرتے دم تک آپ کی زبان سے آہ کا لفظ بھی نہ سنا گیا۔

وجہ منافات

یہ اس لیے شکوہ ہے کہ مریض زبان حال سے مضرات کے دفعیہ اور مفید چیزوں کے حصول کا طالب ہوتا ہے، اور انسان مامور ہے کہ تمام مخلوق سے دستبردار ہو کر محض اپنے پروردگار ہی سے سوال کرے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ (۹۴-۷-۸)

جب تم دوسرے مشاغل سے فارغ ہو جاؤ تو عبادت کی ریاضت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف پورے پورے متوجہ ہو جاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اِذَا سَأَلْتَ فَسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ

جب تجھے کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ سے کرنا اور مدد طلب کرنی ہو تو بھی اسی سے طلب کیجئے۔

فعلِ مامور، ترکِ محظور، صبر بہ قضاءِ مقدور

انسان کے لیے دو چیزوں کی اطاعت نہایت ضروری ہے۔

(۱) مامورات کا بجالانا، محظورات کا ترک کرنا (۲) اور مصائب تقدیر پر صبر کرنا۔ پہلے کا نام تقویٰ ہے اور دوسرے کو صبر کہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ... وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

(۳-۷) (۱ تا ۱۱۹)

ایماندارو! اپنے سوا کسی غیر کو اندرونی دوست مت بناؤ، وہ تو تمہاری بربادی میں کچھ فروگذاشت نہیں کرتے اور اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو تو ان کی مکاریاں تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گی۔ خدا تعالیٰ کو ان کے اعمال پر پورا احاطہ ہے۔

نیز ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (۳-۱۲۴)

ہاں! اگر تم صبر و تقویٰ پر مضبوط رہو، پھر خواہ وہ کفار تم پر اس جوش و خروش سے یکدم چڑھ بھی دوڑیں، تو خدا تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار صاحب نشانی فرشتوں سے امداد فرمائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

لَتُبْلَوُنَّ فِی اَمْوَالِکُمْ اَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۵ (۳-۸۶)

آئندہ مال و جان میں تمہاری آزمائش ہوگی اور یہود و نصاریٰ سے تمہیں بہت سی دل آزار باتیں بھی سننا ہوں گی اور مشرکین سے بہت سی تکالیف کا سامنا ہوگا۔ لیکن اگر تقویٰ و صبر یعنی پرہیزگاری و پامردی سے کام لوگے، تو یقین کیجیو کہ یہ بہت وشجاعت کا کام ہے۔

یوسف علیہ السلام نے تقویٰ و صبر کے متعلق فرمایا:۔

اَنَا یُوْسُفُ وَھٰذَا اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۵ (۱۲-۹۰)

میں یوسف ہوں یہ (بنیامین) میرا بھائی ہے ہم پر خدا نے بڑا ہی احسان کیا ہے۔ یقیناً جو شخص تقویٰ و صبر اختیار کرے تو خدا ایسے نیکو کار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

وصیت شیخ عبدالقادر جیلانی رح

اسی لیے شیخ عبدالقادر رح اور ان جیسے دیگر صاحب استقامت مشائخ نے اپنے ارشادات میں مندرجہ ذیل دو اصل کی اکثر وصیت فرمائی ہے۔

(۱) فعل مامور کی بجاآوری میں جلدی کرنا۔ محظورات کو ترک کرنا (۲) امر مقدر پر صبر و رضا اختیار کرنا

بدترین قولی و اعتقادی لغزشیں چار اقسام

قسم اول:۔ اس مقام میں عوام نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ بلکہ اہل سلوک بھی یہاں لغزش سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ بعض نے قضاء و قدر کا اقرار کیا۔ حقیقت کونیہ کی شہادت دی۔ مگر حقیقت دینیہ کا انکار کر دیا۔ حسبنا ہم بریں وہ

توحید ربوبیت[1] کے اقرار یعنے خدا تعالےٰ کو تمام کائنات کا خالق ومالک ورب تسلیم کرنے کے باوجود اس کے محبوب وپسندیدہ اور مبغوض وناپسندیدہ کاموں میں فرق نہیں کرتے مشہد جمع کو جس میں تمام مخلوق نیک وبد، مومن وکافر، متقی وفاجر، سچا پیغمبر اور جھوٹا اور جعلی نبی، جنتی وجہنمی، اولیاء اللہ اور دشمنان خدا، ملائکہ ومقربین وسرکش شیاطین سب کے سب مشترک مانتے ہیں، نیز حقیقت کونیہ یعنی صرف خدا کو اپنا رب اور خالق ومالک سمجھنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں، مگر جس توحید الوہیت میں خدائے عزوجل نے فرق کیا ہے مثلاً اولیاء اللہ واعداء اللہ، مومنین وکفار نیکوکار وبدکار، اہل جنت واہل النار کا باہمی فرق اس میں فرق نہیں کرتے یہی توحید الوہیت ہے جس کے مفہوم میں صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا اس کی اطاعت کرنا، اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنا۔ اس کی محبت ورضا

---

[1] شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں توحید الوہیت وتوحید ربوبیت میں جابجا فرق واضح کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ تمام کائنات کا خالق ورزاق ایک ہے۔ جو قادر مطلق ہے۔ اسے توحید ربوبیت کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ صرف اللہ تعالےٰ کو اپنا معبود سمجھا جائے اسی کے سامنے سرتسلیم خم کیا جائے اسی سے قضائے حاجات کی درخواست کی جائے اور اسی پر توکل اور اعتماد اور بھروسہ رکھا جائے۔ اور دل میں اس کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو۔ اس کا نام توحید الوہیت ہے پہلی توحید کا تمام کو اعتراف ہے، بلکہ کفار ومشرکین کو بھی اس سے انکار نہیں اس لیے وہ تکمیل ایمان کے لیے کافی نہیں۔ جب تک کہ دوسرے قسم کی توحید کو شامل نہ کیا جائے۔ جو کفر واسلام میں فارق وفاصل ہے اور جس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اسی توحید کی تمام انبیاء علیہم السلام نے دعوت وتعلیم دی اور اسی کی طرف قرآن حکیم میں جابجا دعوت دی گئی ہے۔ "مترجم"

کے کام کرنا جن احکام کی تعمیل کا ارشاد فرمایا ہو۔ اسے بلا چون وچرا بجا لانا خواہ وہ امر ایجاب ہو یا امر استحباب اور جن سے اس نے منع فرمایا ہو۔ اسے ترک کر دینا۔ خدا کے دوستوں کو دوست اور اس کے دشمنوں کو دشمن سمجھنا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا، کفار ومنافقین سے زبان، دل اور ہاتھ سے جہاد کرنا وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اس حقیقت دینیہ کا اقرار کرے جو ہر دو مذکورہ گروہ میں فارق ہے تو اہل اسلام، ورنہ مشرکین کی جنس سے ہے۔ اور یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر شریر ہے۔ کیونکہ حقیقت کونیہ کا تو مشرکین عرب کو بھی اقرار تھا وہ یہ نہیں کہتے تھے، کہ خدا تعالےٰ تمام کائنات کا رب نہیں۔ بلکہ انہیں اس کا پورا پورا اقرار تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان کا یہ عقیدہ بالوضاحت بیان فرمایا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (۳۹-۳۸)

اگر ان سے دریافت کرو کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے؟ تو یہی کہیں گے کہ خدا نے۔

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ

یا رسول اللہ اگر ان سے دریافت کرو کہ اگر تم میں کچھ علم کا مادہ ہے تو بتلاؤ کہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس کی ہیں؟ کہیں گے خدا کی۔ تو کہہ دو۔ پھر تمہیں کیوں نصیحت کارگر نہیں ہوتی پوچھو! ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ کہہ دیں گے اللہ۔ کہہ دو پھر تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھو! تمام کائنات کی حکومت و ملکیت کس کے قبضہ قدرت میں ہے؟ وہ کون ہے

عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (۲۳-۸۵ تا ۸۹)

جو دوسروں کو پناہ دیتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں کوئی کسی پناہ نہیں دے سکتا تو کہیں گے اللہ تو کہہ دو! پھر تم پر کون سا جادو چل جاتا ہے (کہ راہ راست سے منحرف ہو جاتے ہو)

اسی لیے اللہ سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱۲-۱۰۶)

خدا پر ایمان لانے کے باوجود اکثر لوگ مشرک ہوتے ہیں۔

سلف صالحین میں سے بعض نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ اے پیغمبر! آپ کے دریافت کرنے پر خدا کو زمین و آسمان کا خالق تسلیم کرنے کے باوجود اس کے ساتھ غیر اللہ کی بھی عبادت کرتے ہیں جو سراسر منافی ایمان ہے۔

قسم دوم | بعض قضا و قدر کا اقرار مگر اوامر و نہی شرعیہ کا انکار کرتے ہیں یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر کافر ہیں۔ کیونکہ انہیں ملائکہ اور رسولوں کا اقرار تھا جو دنیا میں خدا تعالیٰ کے اوامر و نہی لے کر آئے فرق صرف اتنا تھا کہ بعض پر ایمان لاتے اور بعض سے انکار کر دیتے اس کے باوجود خدا نے انہیں کافر ٹھہرایا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ

بے شک وہ لوگ خدا اور اس کے رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان جدائی پیدا کریں اور کہتے ہیں کہ بعض کو تو مانتے ہیں مگر بعض دوسروں کو نہیں مانتے اور وہ چاہتے ہیں کہ ایک درمیانی راستہ اختیار کر لیں یہ لوگ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ (۵۰-۵۱) درحقیقت پکے کافر ہیں۔

قسم سوم | بعض لوگ حقیقت کونیہ اور توحید ربوبیت جس میں تمام مخلوق شامل ہے کی شہادت دیتے ہیں۔ تمام انسانوں کو قضا و قدر کے ماتحت ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اس حقیقت کو اپنا مسلک قرار دیتے ہیں اس لیے خدا و رسول کے فرمودہ احکام کے اطاعت گذار مومنوں، متقیوں اور خدا کے نافرمان کافر و بدکار لوگوں کو یکساں خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر کافر ہیں۔

ہاں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اتباع ظن و ہوا کی بنا پر بعض امور میں فرق کرتے ہیں اور بعض میں نہیں، مثلاً مومن و کافر میں فرق کرتے ہیں مگر نیک و بد میں نہیں۔ یا بعض ابرار و بعض فجار میں فرق کرتے ہیں۔ دوسروں میں نہیں اس بنا پر جس قدر وہ ابرار و فجار میں تسویہ (برابری) کریں گے۔ اسی قدر ان کا ایمان ناقص ہوگا۔ ان میں ایمان بدین اللہ الفارق صرف اسی قدر باقی ہوگا جس قدر وہ خدا کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق روا رکھیں گے۔

قسم چہارم | اور بعض لوگ امر و نہی دینیہ کا اقرار اور قضا و قدر کا انکار کر کے امت محمدیہ کے مجوسیوں یعنی معتزلہ وغیرہ کی طرح قدریہ ہو گئے۔ لہٰذا وہ مجوس ٹھہرے اور یہ مشرکین جو مجوسیوں سے بھی بدترین ہیں اور شخص ان دونوں کا اقرار کرے۔ مگر خدا تعالےٰ کو متناقض ٹھہرائے۔ وہ ابلیس کا چیلا ہے۔ جس نے خدائے سبحانہ تعالےٰ پر اعتراض کیا اور جھگڑے کی ٹھانی۔ چنانچہ اس کا واقعہ جابجا منقول ہے۔ یہ تقسیم قولی و اعتقادی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس احوال و افعال میں بھی لوگ چار قسم ہیں۔

عوام وصوفیائے احوال و افعال کی چار قسمیں

قسم اوّل سب سے بہتر اور درست حالت اس مومن کی ہے جو خدا کے مامورات کو بجا لاتا ہے۔ محظورات کو ترک کرتا ہے، اور مقدر سے کوئی مصیبت پیش آجائے تو صبر کرتا ہے۔ لہٰذا اس وقت وہ امر الٰہی اور دین شریعت کا پابند ہوتا ہے اور اس پر خدا سے امداد کا خواستگار ہوتا ہے جیسا کہ کلام پاک میں ہے،

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (۱:۴) — ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اپنی بداعمالیوں پر تقدیر کو حجت نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ ہی رب کائنات پر مخلوق کا (حق و) حجت سمجھتا ہے۔ بلکہ تقدیر پر ایمان لاتا ہے اور احتجاج بالقدر کا انکار کر دیتا ہے جیسا کہ سید الاستغفار والی صحیح حدیث میں آیا ہے، کہ انسان یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔	خدایا! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا خالق اور میں تیرا بندہ ہوں، اپنے مقدور بھر میں تیرے عہد و پیمان اور وعدے پر قائم ہوں، اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں۔ میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی مجھے اعتراف ہے۔ خدایا مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ کوئی نیکی کر لیتا ہے تو خدا پر احسان نہیں دھرتا۔ بلکہ

اسے محض خدا تعالیٰ کا فضل و انعام تصور کرتا ہے اور اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ صرف خدا نے ہی اُسے اس کی راہنمائی فرمائی اور اسی نے اسے سہل فرمایا اگر وہ برائی و گناہ کر پاتا ہے تو اس کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کرتا ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ کا قول ہے۔

أَطَعْتُكَ بِفَضْلِكَ، وَالْمِنَّةُ لَكَ وَعَصَيْتُكَ بِعِلْمِكَ وَالْحُجَّةُ لَكَ فَأَسْأَلُكَ بِوُجُوبِ حُجَّتِكَ عَلَيَّ وَانْقِطَاعِ حُجَّتِي إِلَّا مَا غَفَرْتَ لِي۔

خدایا! میں تیرے فضل سے تیری اطاعت بجا لایا ہوں مگر یہ محض تیرا ہی احسان ہے اور تیرے علم سے تیری نافرمانی کر بیٹھا ہوں لیکن حجت تیرے ہی لیے ہے لہٰذا میں اپنے پر تیری حجت کے وجوب اور اپنی حجت کے انقطاع کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اِلّا یہ کہ آپ خود بخش دیں۔

حدیث صحیح قدسی میں ہے

يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ۔

(صحیح مسلم)

میرے بندو! یہ ہیں تمہارے اعمال جو میں نے تمہارے لیے جمع کر رکھے ہیں اور وقت آنے پر سب کے سب تمہیں ادا کر دوں گا۔ لہٰذا جس سے نیکی ہو جائے وہ خدا کا حمد و شکر کرے اور جس سے گناہ سرزد ہو جائے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔

یہ مسئلہ کسی دوسری جگہ نہایت تحقیق و بسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

قسم دوم و سوم بعض لوگ فقط امر کا اقرار کرتے ہیں اس لیے حسب توفیق اطاعت کی کوشش کرتے ہیں، مگر وہ مشاہدہ قدر

سے عاری ہوتے ہیں، اس لیے نہ خدا سے امداد کے خواہاں ہوتے ہیں اور نہ ہی صبر و توکل اختیار کرتے ہیں۔

بعض لوگ فقط تقدیر کا اقرار کرتے ہیں، اس لیے وہ اللہ عزوجل سے امداد کے خواستگار ہوتے ہیں، صبر کرتے ہیں اور اسی پر تکیہ و اعتماد بھی رکھتے ہیں، جس سے دوسرا گروہ خالی ہوتا ہے، مگر خدا و رسول کے فرمودہ اوامر و اشارات اور اتباع شریعت کا التزام نہیں کرتے۔ اور کتاب و سنت کے لائے ہوئے دین کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں، اس لیے وہ خدا تعالیٰ سے اعانت کے خواہاں تو ہوتے ہیں مگر اس کی عبادت نہیں کرتے، اور دوسرا گروہ خدا کی عبادت کرتا ہے لیکن اس سے امداد کا طالب نہیں ہوتا۔ مگر ان دونوں کے برعکس مومن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کی عبادت بھی کرتا ہے اور اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔

قسم چہارم چوتھی قسم جو سب سے بدترین قسم ہے، یہ ہے کہ انسان نہ اس کی عبادت کرے، اور نہ اس سے امداد طلب کرے۔ لہٰذا نہ وہ شریعت امری کا پابند ہوتا ہے، اور نہ ہی قدر کونی کے ساتھ ہوتا ہے

یہ تقسیم ان چیزوں کے لحاظ سے تھی، جن کی ضرورت وقوع تقدیر سے پہلے ہوتی ہے، مثلاً توکل و استعانت وغیرہ جو تقدیر واقع ہونے سے پہلے کی جاتی ہیں۔

تقسیم بلحاظ تقویٰ و صبر وغیرہ

رہی ان چیزوں کی تقسیم جو وقوع تقدیر کے بعد اختیار کی جاتی ہیں مثلاً صبر و رضا بالقدر وغیرہ، تو اس لحاظ سے لوگ تقویٰ و پرہیزگاری میں، جیسے

امر و نہی کی پیروی، اور انسان کی مقدر شدہ تقدیر کونی پر صبر کرنے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

قسم اول اہل تقویٰ و اہل صبر پہلی قسم وہ لوگ جو پکے متقی و صابر ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت میں سعادت مند اور سرخ رو ہوں گے اور جن پر خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل و انعام ہیں۔

قسم دوم متقی بے صبر دوسری قسم وہ لوگ جن میں کچھ نہ کچھ تقویٰ تو موجود ہوتا ہے۔ مگر ان میں رائی برابر بھی صبر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے، کہ کوئی شخص فرض و واجبات مثلاً نماز وغیرہ بجا لاتا ہے۔ محرمات سے بھی کنارہ کشی کرتا ہے، مگر جب اسے کوئی مرض جسمانی وغیرہ لاحق ہو جاتا ہے، یا مال و متاع اور عزت برباد ہونے لگتی ہے، یا کسی خوفناک دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ تو نہایت قلق و اضطراب کے ساتھ گھبرا اٹھتا ہے جزع فزع کرنے لگتا ہے اور اس کا حرص و طمع سب کا سب آشکارا ہو جاتا ہے۔ اور قلعی کھل جاتی ہے)

قسم سوم صابر غیر متقی تیسری قسم وہ لوگ جن میں صبر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ مگر تقویٰ سے بالکل خالی ہوتے ہیں، مثلاً وہ فاسق و بدکار اور چور و ڈاکو، جو چوری و ڈاکہ، رہزنی اور اخذ حرام کی پاداش میں قسم قسم کے مصائب و آلام برداشت کر گزرتے ہیں اور طرح طرح کی تکالیف پر بالکل صابر رہتے ہیں۔

یا وہ میر منشی و دفتری لوگ جو غبن و خیانت وغیرہ میں پکڑے جانے پر صبر کرتے ہیں۔

اسی طرح غیروں پر سرداری اور غلبہ و تفوق کے ~~خوا~~ہشمند، جب کسی مصیبت

میں بھنس جاتے ہیں۔ تو اتنا صبر کرتے ہیں جو اکثر و عوام آیرے غیرے کا کام نہیں
علیٰ ہذا القیاس عاشق و محب اور صور محرمہ کے پرستار، جو اپنی حرام و
ناجائز خواہشات کے عوض طرح کی تکلیفوں پر پورے پورے صابر اترتے ہیں۔
مذکورہ بالا لوگ، یا تو مخلوقات پر سرداری و تفوق کے طالب یا غلبہ و
استیلا رو فساد فی الارض کے خواہشمند، اور بغی و عدوان اور ظلم سے مال جمع کرنے
کے دلدادہ ہوتے ہیں، یا صور محرمہ کی طرف دیکھ کر، یا جماع کر کے لذت اندوز
ہونا چاہتے ہیں طرح طرح کے مصائب برداشت کرتے ہیں، مگر ان میں تقویٰ
کا نشان بھی نہیں اس لیے وہ مامورات کے تارک، اور محظورات کے مرتکب
ہوتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس آدمی کبھی مرض و تنگدستی کا شکار ہو جاتا ہے تو صبر کرتا ہے
حالانکہ جب توانا و تندرست اور غنی ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی تقویٰ سے
بالکل کورا ہوتا ہے

قسم چہارم: غیر متقی و بے صبر

چوتھی قسم، جو تمام اقسام سے بدترین قسم ہے، یہ ہے کہ جب انہیں قدرت و
طاقت حاصل ہو جائے تو تقویٰ سے گریز کرتے ہیں، اگر مصائب میں مبتلا ہو
جائیں تو صبر سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں بلکہ ان پر مندرجہ ذیل فرمان الٰہی بالکل
صادق آتا ہے، کہ

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ (۷۰: ۱۹ تا ۲۱)	بلا شبہ انسان حریص و بے صبر پیدا ہوا ہے جب کوئی تکلیف آئے تو گھبرا اٹھتا ہے اور اگر کچھ منفعت و فائدہ میسر ہو، تو بخل کرتا ہے۔

غلبہ و استیلاء کی صورت میں لوگوں پر بڑھ چڑھ کر جبر و تشدد کرتے اور حد

سے زیادہ ظلم ڈھاتے ہیں۔ مگر جب خود قابو آ جائیں۔ تو تمام کمزوروں سے بھی زیادہ عاجز وحقیر معلوم ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ بے قرار و مضطرب دکھائی دیتے ہیں۔ ایک دفعہ آزما دیکھئے۔ کہ جب آپ کو غلبہ و فوقیت حاصل ہو جائے تو بیکس و لاچار ہو کر آپ کے سامنے پیش ہوں گے۔ کبھی منافقانہ چال چلیں گے، تو مجبوراً کسی وقت آپ کو کچھ دے بھی دیا کریں گے۔ کبھی آپ سے ظاہراً محبت کریں گے اور کبھی آپ سے رحم کی درخواست کریں گے۔ غرضیکہ طرح طرح کے جھوٹ و بہانے تراش کر منت و سماجت، تعظیم و تکریم کر کر کے آپ سے پیچھا چھڑانے اور نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر خدا نخواستہ جب انہیں غلبہ و استیلاء حاصل ہو جائے، تو آپ دیکھیں گے! کہ یہ کس قدر ظالم و سنگدل اور بے رحم و بے مروت ہیں۔ جو زبان پر عفو و درگذر کا نام لانا بھی ناگوار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ اہل اسلام نے ہر اس شخص میں جو حقائق ایمانیہ سے زیادہ بعید ہو تجربہ و مشاہدہ کر لیا ہے۔ مثلاً قوم تاتار، جن سے اہل اسلام کی بارہا لڑائیاں ہو چکی ہیں، یا کوئی دیگر جو اکثر امور میں ان سے مشابہت رکھتا ہو، خواہ وہ اپنے آپ کو لشکر اسلامی کی وردی میں ظاہر کرے یا علماء اسلام و زہاد اسلام کے بھیس میں، اور خواہ وہ خود کو مسلمان تاجر کہلائے یا مسلم کاریگر۔

لہذا اعتبار حقائق کا ہوتا ہے (ظاہر کا نہیں) چنانچہ حدیث شریف میں ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَاِنَّ مَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ	خدا تعالیٰ تمہارے حسن و جمال و مال و دولت کو نہیں دیکھتا وہ تو حسن اعمال اور تقوی القلوب کو دیکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جس کا دل اور عمل، تاتار [illegible] کی جنس کا ہوگا، وہ

اس حیثیت سے ان کا مشابہ ہو گا۔ اور اس میں صرف اسی قدر اسلام ہو گا۔ جتنا تاتاریوں میں پایا جاتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر ان سے اسلام اتنا ہی ظاہر ہو گا۔ جتنا تاتاریوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ تاتاریوں کے مقابل آپ کو غیر تاتاریوں میں، جو جہاد بھی کرتے ہیں، اور کسی نہ کسی موقعہ اپنے اسلام کا اظہار بھی کیے دیتے ہیں، بہت بڑے مرتد جاہلانہ عادات کے زیادہ قریب، اور اخلاق اسلامیہ سے زیادہ بعید لوگ بھی مل جائیں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں یوں ارشاد فرماتے

خَيْرُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ	سب سے بہتر کلام، کلام اللہ ہے، سب سے بہتر
هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا	ہدایت محمد صلعم کی ہدایت ہے۔ سب سے بری
وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ	چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

جب واضح ہو گیا کہ کلام اللہ تمام کلاموں سے بہتر، اور ہدایت محمدیؐ تمام ہدایات سے بہتر ہے تو جو اس کے زیادہ قریب و زیادہ مشابہ ہو گا۔ اتنا ہی کمال کے زیادہ قریب اور اس کا زیادہ حقدار ہو گا۔ اور جتنا اس سے دور اور کم مشابہ ہو گا، اسی قدر کمال سے دور اور باطل کا مستحق ہو گا۔

اور کامل وہ ہے جو خدا کا بے حد فرمانبردار، اور مصائب پر از حد صابر ہو۔ لہٰذا جو شخص خدا اور رسول کے فرمودہ احکام کا زیادہ متبع، خدا کے محبوب و پسندیدہ امور میں خدا کے زیادہ موافق اور اس کی قضا و قدر پر زیادہ صابر ہو، اسی قدر وہ اکمل و افضل ہو گا اور جس تناسب سے یہ دونوں کم ہوں گی اسی قدر اس میں نقص واقع ہو گا۔

تقویٰ و نصرت صلوٰۃ و اعمالِ صالحہ اور رحمت کے ساتھ صبر کی مقرونیت کی چار قسمیں اور فوائدِ صبر

قسم اوّل: صبر اور تقویٰ و نصرت

خدا تعالیٰ نے اکثر جگہ صبر و تقویٰ کو یکجا بیان فرمایا ہے۔ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ انسان کے دشمنوں پر، خواہ دمحارب ومعاہد کفار ہوں، یا منافق یا ظالم مسلمان اس کی نصرت و امداد فرماتا ہے اور اسی شخص کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ (۳-۱۲۴)

ہاں! اگر تم صبر و تقویٰ سے کام لو تو خواہ یہ کفار اس قدر جوش و خروش سے بھی لڑنے آئیں خدا تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار نشاندار فرشتوں سے امداد فرمائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۳-۱۸۶)

آئندہ تمہاری مال و جان میں آزمائش ہوگی اور اہل کتاب سے بھی بے شمار دل آزار باتیں سننی پڑیں گی۔ نیز مشرکوں سے بھی بہت سی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی لیکن اگر صبر و تقویٰ سے کام لو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً

ایماندارو! اپنے سوا کسی غیر کفار و منافقین کو

مِنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ه هٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ج وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا ج وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ه اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ه

(۳ - ۱۱۷ تا ۱۱۹)

در پردہ دوست و مشیر مت بناؤ وہ ابھی تک تم نے دیکھا نہیں ؟ کہ) لگے ہاتھوں تمہاری تباہی و بربادی میں وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے ہر وقت تمہاری ایذا کی تمنا رکھتے ہیں۔ ان کی زبانی دشمنی تو ظاہر ہو چکی ہے، مگر جو کچھ ان کے سینوں میں نہاں ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے (اب) اگر تم عقلمند ہو تو غور کر لو، ہم نے تمہارے سامنے تمام علامات واضح کر دی ہیں! ہاں تم ہی ایسے لوگ ہو کر پوری کتاب پر ایمان رکھ کر بھی ان سے محبت رکھتے ہو حالانکہ انہیں تم سے کچھ محبت نہیں جب تم سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں مگر جب علیحدہ ہوتے ہیں تو غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں اے پیغمبر! کہہ دو غصے ہو ہو کر مرتے رہو خدا تعالیٰ تو اندرونی راز دل کو بھی جانتا ہے۔ اگر تمہارا بھلا ہو تو انہیں رنج ہوتا ہے، مگر تمہیں کوئی گزند پہنچے تو جامے میں پھولے نہیں سماتے لیکن تم اگر صبر و تقویٰ پر قائم رہو تو ان کی اہلہ فریبیاں تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گی۔ یقیناً خدا تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ ہے!!

یوسف علیہ السلام کو انکے بھائیوں نے کہا

ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ط قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ

"کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں فرمایا ہاں میں یوسف

مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۲ - ۹)

ہوں اور یہ بنیامین) میرا حقیقی بھائی ہے خدا نے ہم پر بڑا ہی احسان فرمایا ہے۔ واقعی جو شخص تقوٰی وصبر اختیار کرے تو عزوجل ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

قسم دوم، صبر و اعمال صالحہ | کہیں صبر کو اعمال صالحہ عام وخاص سے منفرد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (۱۰ - ۱۹)

آپ وحی کی پیروی کیجئے اعدان کی ایذا رسانی پر فیصلہ خدائی تک صبر فرمائیے وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور آنحضرت ؐ کی جانب وحی شدہ چیزوں میں ایک تقوٰی بھی ہے جو سراسر اخبار الٰہیہ کی تصدیق اور اوامر الٰہیہ کی اطاعت ہے

قسم سوم، صبر و صلوٰۃ۔ ارشاد باری ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۱ - ۱۱۴)

دن کی دونوں طرفوں اور اوائل شب میں نماز پڑھا کرو بلاشبہ نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ خدا کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے اور صبر کرو یقیناً خدا تعالےٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

نیز ارشاد ہے ۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (۴۰ - ۵۵)

لہٰذا آپ صبر کیجئے یقیناً خدا کے وعدے ہی برحق ہیں گناہوں سے استغفار کیجئے اور صبح شام خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور حمد کیجئے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا وَمِنْ اٰنَاءِ الَّیْلِ (۲۰ : ۱۳۰)

ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور طلوع و غروب آفتاب سے پہلے اور رات کی چند گھڑیوں میں اپنے رب کی تسبیح اور تعریف کیجئے۔

ایک جگہ فرمایا

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ہ (۲-۴۴)

صبر و صلوٰۃ سے اپنے معاملات میں استعانت حاصل کرو، اور نماز بڑا بوجھ ہے مگر ان کے لیے نہیں جن میں خضوع ہے۔

دوسری جگہ فرمایا

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ (۲-۱۵۳)

صبر و صلوٰۃ سے استعانت حاصل کرو، بلاشبہ خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ان تمام مقامات میں صبر کو مقرون بالصلوٰۃ فرمایا ہے۔

قسم چہارم، صبر و رحمت | بعض جگہ صبر کو رحمت سے مقرون فرمایا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ہ (۹۰-۱۷)

ایک دوسرے کو صبر و برداشت اور باہم مرحمت کی وصیت کرتے ہیں۔

زکوٰۃ وغیرہ کے ساتھ خلق خدا سے احسان و سلوک کرنا بھی رحمت میں داخل ہے۔ تقسیم ہذا بھی رباعی ہے۔ کیونکہ

قسم اوّل۔ صابر و بے رحم | بعض لوگ صابر تو ہوتے ہیں مگر رحمدل نہیں، جیسے زور آور سنگدل لوگ۔

قسم دوم۔ رحم دل بے صبر | اور بعض رحمدل ہوتے ہیں مگر صابر نہیں جیسے

کمزور و نرم طبیعت، چنانچہ یہ صفت اکثر عورتوں، نیز عورتوں ایسے مردوں میں آپ کو ملے گی۔

قسم سوم: بے صبر و بے رحم اور بعض لوگ نہ صابر ہوتے ہیں نہ رحمدل جیسے سنگدل حریص۔

قسم چہارم: صابر و رحم دل مگر قابل ستائش وہی شخص ہے جو صابر بھی ہو اور رحمدل بھی جیسا کہ فقہا نے متولی کی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مناسب ہے کہ متولی طاقتور ہو، مگر زیادہ سنگدل بھی نہ ہو، نرم طبیعت ہو مگر یہ نرمی کمزوری (و بزدلی) کی وجہ سے نہ ہو لہذا صبر کے باعث قوی اور نرمی کی وجہ سے رحمدل ہوگا۔ اور صبر کرنے سے انسان کو نصرت و امداد حاصل ہوتی ہے (کیونکہ نصرت و امداد صبر پر موقوف ہے)، اور رحم کرنے سے خدا بھی رحم کرتا ہے (جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مندرجہ ذیل ارشادات میں فرمایا۔

اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ۔	خدا تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحم کرتا ہے
مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ۔	جو کسی پر رحم نہیں کرتا تو اس پر رحم نہیں کیا جاتا
لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَۃُ اِلَّا مِنْ شَقِیٍّ	بدبخت ہی رحمت سے محروم رہتا ہے۔
اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُہُمُ الرَّحْمٰنُ۔	رحم کرنے والوں پر خدائے رحمٰن و رحیم رحم فرماتا ہے۔
اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ	کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

چھٹا رسالہ

فقر و تصوّف

استفتاء کیا فرماتے ہیں فقہائے عظام ایسے شخص کے حق میں جس کا دعوئی ہو کہ (۱) فقر کے ساتھ تعبد کیا گیا ہے۔ نہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ نہ اس کا جسم ہے نہ معنیٰ اور نہ ہی یہ کوئی ایسا مسلک ہے جس سے انسان رضا مندیٔ خدا و رسول تک پہنچ سکے۔ ہم جو عبادت کرتے ہیں، تو محض اس لیے کہ امر الٰہی کی اتباع اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہیات سے اجتناب ہو جائے۔

(۲) اور ہر شئے کی اصل یہ ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے پھر علم کے مطابق اس پر عمل بھی کیا جائے۔ تقویٰ اختیار کر کے محرمات سے اجتناب کیا جائے

(۳) یہ جو عوام لوگ اور صوفیہ کی زبانوں پر فقر فقر چڑھا ہوا ہے، یہ زہد فی الدنیا ہے اور زہد فی الدنیا علم شرعی سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا زہد فی الدنیا عمل بالعلم کا نام ہے۔ اور یہی فقر ہے۔ نتیجۃً معلوم ہو گیا کہ فقر بھی فروعات علم میں سے ایک فرع ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اور علم و عمل بالعلم کے سوا وہاں کوئی ایسا راستہ بھی موجود نہیں جو زیادہ موصل الی الفقر ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہوتا ہے۔

(۴) نیز اس کا قول ہے کہ جو فقر اکثر اہل الزہاد کے نزدیک معروف و مشہور

اور عصر موجودہ میں رائج ہے اور خاص قسم کی شکل و صورت، مخصوص الفاظ، اور مشاد اصطلاحات کا مجموعہ ہے، رضائے خدا و رسول علیہ السلام کے سراسر خلاف ہے۔

کیا واقعی یہی معاملہ ہے جو اس نے کہا یا اس کے برعکس ہے؟ اَفْتُونَا مَاجُوْرِیْنَ

اَلْجَوَابُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

اتّباعِ کتاب وسنّت

اس مسئلہ کا اصل الاصول یہ ہے کتاب و سنت میں جو الفاظ مثلاً ایمان نیکی و تقویٰ صدق و عدل و احسان، صبر و شکر، توکل اور خوف و رجاء، وغیرہ جو قلب و بدن سے محبت خدا و رسول ؐ کے ذکر پر مشتمل ہوں وارد ہوئے ہیں، ان کے مدلولات کی اتباع کرنا ہم پر واجب ہے۔

وصول الی اللہ کی شاہراہ

یہ وہ امور ہیں جن کی بجا آوری خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے، اور یہی وہ راستہ ہے جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اللہ و رسول کی منہیات کو مثلاً کفر و نفاق، جھوٹ، معصیت، ظلم و عدوان، جزع و فزع حرص، شرک، بخل، بزدلی، قساوتِ قلب، غدر، قطع رحمی کا وغیرہ کا ترک کرنا بھی لازم ہے۔ لہٰذا

صراطِ مستقیم اور مسلمان کا فرض

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پورے غور و فکر کے ساتھ اوامر خدا اور رسول کو بجا لائے اور جن سے منع فرمایا ہے انہیں بالکل ترک کر دے۔ یہی طریق اللہ ہے یہی سبیل اللہ ہے یہی دین الٰہی ہے، اور یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جو خدا کے انعام یافتہ لوگوں مثلاً انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا راستہ ہے۔

علم شرعی و عمل شرعی کی ضرورت

"یہ صراط مستقیم علم و عمل یعنے علم شرعی و عمل شرعی پر مشتمل ہے، لہذا جو شخص علم تو حاصل کرے، مگر اس پر عامل نہ ہو وہ فاجر و بدکار ہے، علیٰ ہذا القیاس جو علم حاصل کیے بغیر عمل کرنے لگ جائے۔ یقیناً وہ گمراہ ہے۔ (یعنی عالم بے عمل اور عامل جاہل دونوں گمراہ و بدکار ہیں) حالانکہ اللہ سبحانہٗ سے ہمیں یوں کہنے کا ارشاد ہوا ہے"

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ - غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

(۱ - ٦ - ۷)

خدایا! ہمیں صراط مستقیم کی راہنمائی فرما، ان بزرگوں کا راستہ جن کو تو نے اپنے انعامات سے نوازا۔ ان لوگوں کا نہیں، جن پر تیرا غضب نازل ہوا، نہ ان کا جو راہ راست سے بھٹک گئے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْيَهُوْدُ الْمَغْضُوبُ عَلَيْهِمْ وَالنَّصٰرٰى الضَّالُّوْنَ ۝

مغضوب علیہم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔

یہود و نصاریٰ کیوں مغضوب و ضالین ہیں؟

یہود اس لیے مغضوب علیہم ہیں، کہ حق کو پہچان کر اس پر عمل نہ کیا، اور نصاریٰ اس وجہ سے ضالین ہیں، کہ بے علم جاہل رہ کر خدا کی عبادت کی۔

بدعمل عالم اور جاہل صوفی

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے فرمایا کہ عالم بدعمل اور عابد جاہل کے فتنہ سے بچو، کہ ان کا فتنہ ہر مفتون کے لیے فتنہ کا موجب ہے۔

علماء بگڑ کر یہود اور زاہد بگڑ کر عیسائیت پرست

نیز سلف صالحین کا مقولہ ہے کہ علماء سے کوئی خراب ہو جائے تو اس میں تشبہ بالیہود پایا جاتا ہے اگر عابدوں سے کوئی بگڑ جائے تو اس میں تشبہ

بالنصاری ہوتا ہے۔ لہذا

علم و عبادت میں اہلِ بدعت کی روش

جو شخص عمل مامور بہ کو چھوڑ کر محض تحصیل علم کی دعوت دے وہ گمراہ ہے۔

ان دونوں سے بڑھ کر وہ شخص زیادہ گمراہ ہے، جو علم میں اہل بدعت کی روش اختیار کر کے ایسے امور کا متبع ہو، جو کتاب و سنت کے سراسر خلاف ہیں یہ (بیچارہ) انہیں علوم خیال کرتا ہے، حالانکہ یہ سب کے سب جہالات ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس جو شخص عبادت میں اہل بدعت کا طریقہ اختیار کر کے ایسے افعال کا مرتکب ہو، جو اعمال مشروعہ کے سراسر مخالف ہیں وہ بھی گمراہ ہے یہ شخص انہیں عبادات سمجھتا ہے، حالانکہ یہ تمام کی تمام ضلالات ہیں۔ اور

علم شرعی کی ضرورت و اہمیت

یہ دونوں صورتیں شرع شریف سے منحرف نام نہاد فقہاء و فقراء میں اکثر جمع ہو جاتی ہیں، اس لیے بعض تحصیل علم کی تو دعوت دیتے ہیں، مگر دعوت عمل کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے اور بعض عمل کی ترغیب دیتے ہیں، مگر تحصیل علم کے لیے دعوت دینا غیر ضروری خیال کرتے ہیں، ان کی اس دعوت میں بے شمار مخالف شریعت بدعات موجود ہوتی ہیں اور طریق اللہ کی تکمیل علم و عمل دونوں سے ہی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ دونوں بالکل موافق شریعت ہوں۔ لہذا

گمراہ صوفی اور گمراہ فقیہ

طریقہ فقر و تصوف و زہد و عبادت کا سالک اگر موافق شرع علم کا مسلک اختیار کرے تو بہتر ورنہ صراط مستقیم سے گمراہ ہے اور اس کا مفسدہ اس کی اصلاحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس، سالک فقہ وعلم ونظر وکلام، اگر متبع شریعت اور عامل بالعلم نہ ہو۔ تو وہ فاسق وفاجر اور صراط مستقیم سے بعید ہوگا۔

یہ ہے وہ اصول جس پر اعتماد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جاہلانہ تعصب

رہا تعصب تو ہدایت الہیہ کے بغیر کسی امر میں تعصب کرنا فعل جاہلیت ہے اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ہدایت الہیہ کو چھوڑ کر ہوائے نفس کا پیرو بن جائے۔

فقر وغنا کی صحیح تعریف

اس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب وسنت میں نیز صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین، اپنے کلام میں لفظ فقر سے نفس طریق اللہ (فعل مامورات، وترک محظورات، اخلاق محمودہ وغیرہ) مراد نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک فقر وہ تھا جو غنا کی ضد (الٹ) ہے۔

فقراء وہ ہیں جنہیں خداوند تعالےٰ نے اپنے مندرجہ ذیل ارشادات میں بیان فرمایا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ	"مال زکوٰۃ فقراء ومساکین کے لیے ہے"
لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۲-۲۷۳)	"مال خیرات ان فقیروں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں مشغول ہونے کے باعث کسب معاش سے معذور کیے گئے ہیں"
لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ (۵۹-۸)	(مال غنیمت) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھر بار سے نکال دیئے گئے۔

اور غنی وہ ہے، جسے زکوٰۃ لینا حرام ہو، یا جس پر زکوٰۃ واجب ہو علیٰ ہذا القیاس، لیکن چونکہ زہد اختیاری وبے اختیاری میں فقر کا شائبہ بھی تھا کیونکہ بے اختیار وغیر قادر ہونا بھی عصمت کی ایک قسم ہے اور متاخرین نے بھی بسا اوقات معنی زہد کو فقر سے مقرون فرمایا ہے، اور زہد بعض اوقات

غنا اور بعض دفعہ فقر کے ساتھ بھی پایا جاتا ہے دیکھئے اکثر انبیاء و سابقین ولین غنی ہونے کے باوجود زاہد بھی تھے۔

زُہدِ مشروع و غیر مشروع زہد مشروع یہ ہے۔ کہ جو چیز قیامت میں بے سود و غیر نافع ہو اسے ترک کر دیا جائے۔ ہر اس چیز کا ترک کر دینا جو اطاعت الٰہی پر انسان کی معاون و مددگار ہو سکتی ہو، زہد مشروع نہیں۔ بلکہ طاعت خدا و رسول علیہ السلام سے توجہ ہٹانے والی یعنی فضولیات کا ترک کرنا ہی جائز و مشروع ہے

صوفی کی وجہ تسمیہ علیٰ ہذا القیاس دوسری صدی کے آغاز میں لوگ (فقراء کو) لفظ "صوفی" سے تعبیر کرنے لگ گئے کیونکہ زہاد عموماً صوف پہنتے تھے۔ بعض نے ان کی نسبت "صفہ" یا "صفاء" یا "صفِ اوّل" یا "صوفہ بن مر بن اد بن طابخہ" یا "صوفۃ القفا" کی طرف کی ہے۔

ساتواں رسالہ

اَلْوَصِیَّۃُ الصُّغْرٰی

سوال: امام ابو العاصم قاسم بن یوسف بن محمد تجیبی سبتی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد فقیہ و امام، عالم و فاضل، بقیۃ السلف، قدوۃ الخلف، علم و معرفت کے عجیب و غریب رموز و اسرار کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرنے والے اور بلاد مشرق و مغرب کے ۔۔۔ [illegible]

بڑے علامہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہؒ (خدا تعالیٰ ہم پر ہمیشہ ان کی برکات جاری و ساری رکھے) سے درخواست کی کہ ازراہ کرم۔

(۱) مجھے ایسے امر کی وصیت فرمائیں جس سے میرے دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں۔

(۲) اور علم حدیث کے متعلق مجھے ایسی کتاب کی طرف راہنمائی فرمائیں جس پر پورا پورا اعتماد ہو علیٰ ہذا القیاس دیگر علوم شرعیہ کے متعلق بھی اسی طرح رہنمائی فرمائیں۔

(۳) اور ایسے عمل کا پتہ دیں، جو ادائے فرائض و واجبات کے بعد تمام اعمال صالحہ پر فوقیت رکھتا ہو۔

(۴) جو کسب و کاروبار میرے لیے تمام ذرائع معاش پر ترجیح رکھتا ہو بیان فرمائیں مختصراً بطور اشارات جواب کافی ہے طوالت کی ضرورت نہیں عزوجل آپ کو ہر بلا سے محفوظ و مصئون رکھے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

جواب

تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ نے یوں جواب دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سب سے پہلی چیز یعنی وصیت کا جواب یہ ہے کہ وصیت کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کے لیے میری دانست میں خدا و رسول علیہ السلام کی وصیت سے زیادہ فائدہ مند اور نافع تر کوئی وصیت نہیں ہو سکتی۔

وصیتِ الٰہی | وصیت خداوندی تو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے کہ

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (۴: ۱۳۱)

ہم نے گذشتہ اہل کتاب کو نیز تمہیں بھی یہی کہا تھا کہ خدا کی ناراضگی سے ڈرتے رہنا۔

وصیتِ رسولؐ

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت وہ ہے جو آپؐ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کرتے وقت ارشاد فرمائی تھی کہ

یَا مُعَاذ! اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔

معاذ! جہاں بھی ہو خدا سے ڈرتے رہنا اور برائی صادر ہو تو فوراً نیکی کرنا کہ برائی کو مٹا دے اور لوگوں سے حسنِ خلق سے پیش آنا۔

فضائل معاذ بن جبلؓ

اور معاذ رضی اللہ عنہ کوئی معمولی ہستی نہ تھے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی، چنانچہ اس کے ثبوت میں یہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے، کہ ایک دفعہ حضرت معاذؓ جب آنحضرتؐ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے ان کے ساتھ اپنی محبت کا ان الفاظ مبارکہ میں اظہار فرمایا۔

یَا مُعَاذُ! وَاللّٰہِ اِنِّی لَاُحِبُّکَ

معاذ! خدا کی قسم مجھے تیرے ساتھ بڑی محبت ہے

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت سوار ہوتے تو حضرت معاذ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا کرتے۔ ایک روایت میں آیا ہے، کہ مسائل حلال وحرام میں حضرت معاذؓ تمام امت محمدیہ سے بڑھ کر عالم ہیں۔ اور قیامت کے دن تمام علماء سے ایک قدم آگے ہوں گے۔ انہی فضائل کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اہل یمن کی طرف اپنا خاص مبلغ وداعی، فقیہ ومفتی اور حاکم بنا کر بھیجا اور بسا اوقات آنحضرت آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے، جنہیں خدائے عزوجل نے اپنے کلام پاک میں خلیل اللہ اور امام الناس کے القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم علیہ

السلام سے تشبیہ دینے کی غرض سے اِنَّ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا کی بجائے قدرے تصرف سے یوں فرماتے۔

اِنَّ مُعَاذًا كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

بلاشبہ معاذ رضؓ لوگوں کے پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں، جو محض خدا کے ہو چکے ہیں اور جماعت مشرکین سے نہیں ہیں۔

وصیت جامع پھر اس قدر فضائل کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ خاص وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ ایک جامع وصیت ہے۔ اور فی الواقع کسی عقلمند کو اس کی جامعیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں کہ یہ وصیت قرآنیہ کی تفسیر بھی ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خوبی ہو سکتی ہے۔

وجوہات جامعیت باقی رہی اس کی جامعیت، تو اس کے دلائل کو یوں سمجھ لیجئے کہ انسان کے ذمہ دو حق ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ پھر ان حقوق میں وقتاً فوقتاً کسی خلل اور نقصان کا واقع ہو جانا لابدی چیز ہے، جو کبھی کسی امر کے ترک، اور کبھی کسی امر ممنوعہ کے ارتکاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع کلمہ ارشاد فرمایا کہ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ۔ ہر جگہ تقویٰ الٰہی کو ملحوظ رکھنا)

لفظ حَيْثُمَا كُنْتَ کے استعمال میں اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ انسان پوشیدہ وظاہر ہر حالت میں تقویٰ کا محتاج ہے۔

پھر فرمایا اِتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا (یعنی برائی صادر ہونے پر اس کو مٹانے کے لیے فوراً نیکی کرنا) اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ جب مریض کوئی مضر چیز کھا لیتا ہے۔ تو طبیب اسے اس کے مصلح کے استعمال کا حکم دیتا ہے چونکہ انسان سے گناہ صادر ہونا بھی حتمی چیز ہے اس لیے دانشمند انسان ہر وقت نیکیوں کی کوشش

کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام برائیوں کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

حدیث مذکورہ میں لفظ سَیِّئَۃ مفعول ہونے کے باوجود اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ یہاں نیکی کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ نیکی کے ذریعے برائی کا مٹانا مقصود ہے۔ لہٰذا یہ قول بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی طرح ہے کہ

صُبُّوا عَلٰی بَوْلِہٖ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ — اس شخص کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول انڈیل دو

(یہاں پانی گرانا مقصود نہیں، بلکہ ازالۂ نجاست مقصود ہے)

مغفرتِ ذنوب کے لیے کون سے اعمال کی ضرورت ہے — اور برائیوں کو مٹانے کے لیے

اسی جنس کی نیکیوں کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم جنسیت کے باعث وہ زیادہ مؤثر وکارگر ثابت ہوتی ہے۔

اور گناہوں کا نتیجہ وانجام یعنی عذابِ الٰہی مندرجہ ذیل چیزوں سے زائل ہو جاتا ہے۔

(۱) **توبہ** | یعنی گذشتہ گناہوں سے نادم وپشیمان ہو کر بیزاری کا اظہار کرنا اور آئندہ کے لیے عملاً گناہوں کے ترک کا ثبوت پیش کرنا۔

(۲) **استغفارِ محض** | استغفار بلا توبہ۔ یعنی زبان ودل کے ساتھ خدا سے معافی کا طالب ہونا۔ خواہ شرائطِ توبہ مفقود ہوں۔ کیونکہ بعض دفعہ خدا تعالےٰ انسان کی دعا قبول فرما کر درگذر کر دیتے ہیں۔ اگر عملاً اس نے توبہ کا پختہ ثبوت بہم نہ پہنچایا ہو۔ ہاں جس شخص میں توبہ واستغفار دونوں صفات جمع ہو جائیں (مثلاً معافی کا طالب بھی ہو۔ اور گناہوں سے بھی عملاً باز آجائے۔ تو یہ درجہ کمال ہے۔

اعمالِ صالحہ یا کفّارات

اعمالِ صالحہ جن سے تمام گناہ محو ہو جاتے ہیں۔ انہیں کا دوسرا نام کفارات بھی ہے۔ اور یہ (کفارات) دو قسم ہیں۔

کفّاراتِ مقدّرہ

یعنی وہ اعمال جن کی مقدار شرع شریف نے معین فرما دی ہے۔ مثلاً

(ا) صیامِ رمضان کی حالت میں جماع کرنے والے کا کفارہ

(ب) کفارہ ظہار۔ یعنی اپنی منکوحہ بیوی کو اپنی ماں بہن وغیرہ محرم عورت سے تشبیہ دینے والے کا کفارہ۔

(ج) کفارات حج۔ مثلاً حج کے بعض ممنوعات کے مرتکب، یا حج کے بعض واجبات کے تارک، یا احرام کی حالت میں شکار کرنے والے پر جو کفارات لازم آتے ہیں ان تمام کی مقدار معین ہے۔ اور یہ چار قسم ہیں۔

(۱) اونٹ وغیرہ قربانی کرنا (۲) غلام آزاد کرنا (۳) صدقہ دینا (۴) روزے رکھنا

(۲) کفّاراتِ مطلقہ

یعنی وہ اعمال صالحہ، جن کی شرع شریف نے کوئی تحدید مقرر نہیں فرمائی۔ جیسا کہ حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ يُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ	انسان جب اپنے اہل وعیال، مال واولاد کے تنتہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو نماز روزہ اور صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا کفارہ بن جاتے ہیں

اور اس بات پر آیات قرآنیہ اور وہ احادیث صحیحہ پوری دلالت کرتی ہیں

جن میں ذکر آیا ہے۔ کہ پانچوں نمازیں، جمعہ، روزے، حج اور دیگر وہ اعمال جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ۔

مَنْ قَالَ كَذَا وَعَمِلَ كَذَا اغْفِرَ لَهُ اَوْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ — جو شخص یہ کلمہ کہے یا یہ عمل کرے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں یا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ اور اس قسم کے اعمال سنن وفضائلِ اعمال کی کتابوں میں متلاشی کو بہت کثرت سے ملیں گے۔

رسوماتِ جاہلیت اور خصائلِ یہود ونصاریٰ

انسان کو مذکورہ اعمال مکفرہ کی جانب پوری پوری توجہ مبذول کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ آدمی جب زمانہ بلوغت کے مجنونانہ دور میں سے گذر رہا ہوتا ہے تو قسم قسم کے ناشائستہ حرکات کے ارتکاب کے باعث، ان کفارات یعنی توبہ واستغفار اور اعمال صالحہ وغیرہ کی ازحد ضرورت ہوتی ہے خصوصاً موجودہ دور، اور اسی قسم کے دوسرے زمانہ ہائے فترت میں۔ جبکہ وحی ورسالت کا سلسلہ منقطع ہونے کے باعث چند وجوہات سے ایام جاہلیت کا پورا پورا تشبہ موجود ہوتا ہے، جبکہ اہل علم ومتدین بزرگوں کے ماحول میں تربیت پانے والا شخص بھی امورِ جاہلیت کی نجاستوں سے آلودہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تو اس بیچارے کی کیا حالت ہوگی۔ جسے دیندار لوگوں کی صحبت تک میسر نہیں۔

استشہاد بالحدیث

صحیحین میں بروایت ابی سعیدؓ مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ — گذشتہ قوموں کے طریقوں کی اس طرح پیروی

حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْہُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ ؟

برابری کروگے جیسے تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر کاٹ کر بنا لیا جاتا ہے حتٰی کہ اگر وہ (سوسمار) گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہونگے تو تم بھی داخل ہو کر رہو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا گزشتہ قوموں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا یہ نہیں تو اور کون؟

تصدیقِ قرآنی

اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا

تم نے بھی اپنے حصہ سے ایسے ہی فائدہ اٹھایا جیسا کہ گزشتہ لوگوں نے۔ اور تم بھی اسی طرح بحث وجدال میں لگ گئے جیسا کہ تم سے پہلوں نے بحث کی۔

اور اس کے مزید شواہد حسن و صحیح احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔

دینداروں میں یہودیت و نصرانیت

ان دینداروں میں بھی سرایت کر جاتی ہیں، جنہیں خواص میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن عیینہ رحمہ اللہ و دیگر بزرگان سلف کا قول ہے کہ اہل علم یہود کی بہت سی باتوں میں اور اہل دین نصاریٰ کی اکثر باتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں چنانچہ جو شخص دین اسلام جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، کی حقیقت کو بخوبی سمجھتا، اور اسے عوام کی حالت پر منطبق کرنا چاہتا ہو، اسے صاف صاف معلوم ہو جائے گا کہ اہل اسلام بہت سے علمی اور دینی امور میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں۔

اور بعض دفعہ تو یہ جاہلانہ رسومات

بچاؤ کی تدابیر جب اس قدر نازک معاملہ ہے تو ایک ایسے شخص کے لیے جو خدائے قدوس کی جانب سے انشراح صدر حاصل ہونے پر اس کی عطا کردہ بصیرت پر قائم و دائم اور جاہلیت کی موت مرکر علم کی زندگی حاصل کر کے ہدایت الٰہیہ کی نورانی مشعل لے کر اہل دنیا میں چلتا پھرتا ہو، اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کی جاہلانہ رسوم و عادات کا ملاحظہ کرے نیز دونوں گذشتہ امتوں مغضوب علیہم اور ضالین یعنی یہود و نصاریٰ کی افراط و تفریط کی جانچ پڑتال کرے، پڑتال کرنے پر وہ خود کو بھی یہودیت و نصرانیت کی بعض عادات میں مبتلا پائے گا۔

دو مفید چیزیں اس کے علاج کے لیے دو ایسی چیزیں ہیں جو خواص و عوام کے لیے تمام چیزوں سے بڑھ کر از حد نافع ہیں۔

مہلکات کا علم یعنی ان امور کی واقفیت حاصل کرنا، جس کے ذریعے نفوس انسانی ان مہلک چیزوں سے نجات حاصل کر سکیں، اور وہ یہ ہے، کہ گناہ صادر ہوتے ہی فوراً نیک عمل کر لیا جائے، نیک عمل سے مراد وہ اعمال، اخلاق اور اوصاف ہیں، جن کا حکم خدائے عزوجل نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صدق ترجمان سے دیا ہے۔

اختیارِ مصائب و کفّارات نتیجہ معصیت یعنی عذاب الٰہی کو دور کرنے والی چیزوں میں سے ایک وہ مصائب و تکالیف بھی ہیں، جو انسان کی برائیوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں، مفہوم مصائب میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں، جن سے انسان کسی قسم کی تکلیف محسوس کرتا ہو، مثلاً فکر رنج و غم، نقصانِ مال، بے آبروئی اور جسمانی تکالیف وغیرہ لیکن یہ باتیں انسان کے اپنے اختیار میں نہیں، کہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی غرض سے خواہ

مخواہ خود کو رنج والم میں مبتلا کر دے ۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے، کہ کفارات شرعیہ میں سے کوئی چیز اختیار کرے ۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ دو کلمے اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ ارشاد فرما کر حقوق اللہ کو بدیں صورت واضح فرما چکے، کہ پہلے جملہ میں عمل صالحہ اور دوسرے میں اصلاح فاسد کی تلقین فرمائی، تو آگے تیسری بات وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ارشاد فرما کر حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی ۔

حُسنِ خُلق کا خلاصہ خلقِ خدا سے حُسنِ خُلق رکھنے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص تجھ سے تعلقات استوار کرنے کی بجائے قطع تعلقی کرے تو اس سے میل ملاپ رکھے، اسے السلام علیکم کہے ۔ اس کی عزت افزائی کرے، اسے دعا دے، خدائے غفور الرحیم سے اس کے حق میں دعائے مغفرت کرے، اس کے محاسن وخوبیاں بیان کرے، اس سے ملاقات کرتا رہے اور جو شخص تجھے مال ودولت، تعلیم وتعلم، غرضیکہ کسی قسم کے فائدہ سے محروم کر دے، تو تو اسے ان فوائد سے محروم نہ کرے، بلکہ پہلے کی طرح فائدہ پہنچاتا رہے ۔ اور جو شخص مال وجان اور عزت وآبرو کے متعلق تجھ سے ظلم وتعدی سے پیش آئے، اسے کمال بلند حوصلگی کے ساتھ صاف کر دے، اور درگزر کرے ۔

ان میں سے بعض احکام واجب، اور بعض مستحب ہیں ۔

خُلقِ عظیم کی تفسیر رہی خلق عظیم کی تفسیر جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو متصف فرمایا ہے ۔ تو اس سے مراد دین کامل ہے، جو مطلقاً تمام اوامر الٰہیہ

پر مشتمل ہے۔ مجاہد وغیرہ مفسرین رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور یہی قرآن کریم کا مدعا و مقصود ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ۔ (آنحضرت کا خلق قرآن کریم تھا۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبوب و پسندیدہ چیزوں کو بطیب خاطر پورے انشراح صدر کے ساتھ ادا کرنے میں جلدی کرے اور سعی و کوشش سے بجا لائے۔

تقویٰ کی دو تفسیریں

(۱) اوامر و نواہی باقی رہا یہ بیان کہ یہ تمام چیزیں وصیت اللہ یعنی۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ط میں داخل ہیں، اسے یوں سمجھنا چاہیئے، کہ لفظ تقوٰی تمام اوامر الہیہ کو خواہ وہ امر واجب ہو، یا مستحب، اور تمام نواہی کو خواہ وہ نہی تحریمی ہو یا تنزیہی، سب کو جامع ہے اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر مشتمل ہے۔ لیکن

(۲) خشیت الٰہی چونکہ تقوٰی سے بعض دفعہ عذاب الٰہی سے ڈرنا مراد لیا جاتا ہے۔ جو حرام کاموں سے رکنے کا باعث ہوتا ہے اس لیے حدیث معاذ میں اس کی پوری تفسیر کر دی گئی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس سنن ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے جس کا مفہوم پہلی سے وسیع تر ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ	دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ! کون سی چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں پہنچائے گی؟ فرمایا، تقوٰی الٰہی و حسن خلق، پھر عرض کیا گیا کونسی چیز سب سے

قَالَ تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَقِيْلَ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ الْاَجْوَفَانِ اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ۔

بڑھ کر لوگوں کو جہنم رسید کرے گی. فرمایا. دو کھوکھلی چیزیں (۱) منہ جس سے حرام کھا کر کلمات کفر و شرک کہہ کر جھوٹ چغلی وغیرہ کر کے آدمی دوزخی ہو سکتا ہے (۲) فرج جو زنا وغیرہ کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ کامل الایمان وہی شخص ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال ایمان کی علامت واضح فرما دی کہ کمال ایمان، حسنِ خلق کے کمال پر موقوف ہے۔ یعنی جو حسن اخلاق میں کامل ہوگا اس کا ایمان بھی کامل ہوگا۔ اور یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ ایمان تمام تر تقویٰ ہے۔

تقویٰ کے اصول و فروع پر یہاں بحث کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس میں تو پورا دین داخل ہے۔

اخلاص ہاں تمام نیکیوں کا چشمہ اور جڑ محض اخلاص فی العبادت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت و استعانت کو پورے اخلاص کے ساتھ خدا سے اس طرح مخصوص کر دے، کہ اپنا قلبی تعلق تمام خلائق و علائق سے بالکلیہ منقطع کر لے، نہ ان سے نفع کی توقع رکھے اور نہ ہی ان کی خاطر کسی قسم کا عمل و فعل کرے، بلکہ محض رب العزت کو اپنا مقصود کلی ٹھہرا کر دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے۔ اسی اخلاص کو باری تعالیٰ

نے مندرجہ ذیل آیات میں بیان فرمایا ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (۱-۴)	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے امداد طلب کرتے ہیں۔
فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (۱۱-۱۲۳)	اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر مکمل توکل واعتماد رکھیئے
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ٥ (۱۱-۸۸)	مجھے اسی کا توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔
فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ (۲۹-۱۷)	خدا ہی سے رزق طلب کیجئے۔ اسی کی عبادت کیجئے۔ اور اسی کا شکر بجا لایئے۔

ذریعۂ حصولِ اخلاص

اور حصولِ اخلاص کا ذریعہ یہ ہے، کہ اپنی ہر مطلوب شئے میں خواہ وہ فقر وفاقہ ہو، یا کسی چیز کا ڈر، یا ان کے سوا کسی قسم کی کوئی حاجت ہو، محض خدائے قدوس کی بارگاہ میں دعا کرے، اور ہر محبوب و پسندیدہ عمل صرف اسی کی رضا جوئی کے لیے کرے۔ اس طرح کے اخلاص کو مضبوط و محکم کرنے والے شخص میں ایسی بات کا ہونا ناممکن ہے۔ جو اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

افضل الاعمال بعد الفرائض، ذکر الٰہی ہے

رہا یہ سوال کہ ادائے فرائض کے بعد کونسا عمل افضل الاعمال ہے۔ تو اس کا جامع وکلی اور بالتفصیل ہر ایک شق کا جواب دینا تو ناممکن ہے جس سے ہر شخص کے حق میں افضل الاعمال کی تعیین کی جا سکے۔ کیونکہ قدرت و طاقت اور مناسبتِ اوقات کے لحاظ سے لوگوں کے اوقات بھی مختلف ہوتے ہیں، اس لیے افضل الاعمال بھی ان کے حق میں مختلف ہوں گے۔ تاہم مجملاً جو جواب

دیا جا سکتا ہے، اور جس پر خدا تعالےٰ اور اس کے احکام کا علم رکھنے والے لوگوں کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ ہر حالت میں ذکر الٰہی پر ملازمت و مداومت کی جائے یہ ایسا افضل ترین عمل ہے جس کے ساتھ انسان اپنے نفس کو مشغول رکھ سکتا ہے۔

تائید بالحدیث اس کی تائید میں بروایت ابوہریرہؓ مسلم میں حدیث ہے کہ

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الْمُفَرِّدُوْنَ ، قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذَّاكِرَاتِ۔

مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں؟ فرمایا خدا کو زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔

تائید مزید ابوداؤد میں بروایت ابودرداءؓ مرفوعاً آیا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجٰتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ اِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَمِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ

میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں، جو تمام عملوں سے بہتر، خدا کے ہاں زیادہ پاکیزہ، سب سے زیادہ بلندی درجات کا ذریعہ، اور سونے چاندی ایسی قیمتی چیزوں کے صدقہ کرنے سے بھی بہتر ہو نیز جہاد (یعنی دشمنان اسلام سے مڈبھیڑ ہونے پر قتل کفار اور تمہارے شہید ہونے سے بھی بہتر ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! حضور فرمایا وہ ذکر اللہ ہے۔

ذکر الٰہی کی فضیلت میں قرآنی و ایمانی دلائل بکثرت موجود ہیں، جو بصیرت قلبی، روایت، اور استنباط و استدلال سے تعلق رکھتے ہیں۔

اذکارِ مسنونہ اور ان کی تین قسمیں

ذکر کا ادنےٰ درجہ یہ ہے، کہ انسان ان اذکارِ ماثورہ کو بالالتزام اپنا معمول بنائے، جو معلمِ خیر، امام المتقین، پیغمبرِ خدا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، اور یہ تین قسم ہیں۔

(۱) اذکارِ رواتب یعنی جن کے اوقات مقرر ہیں، مثلاً پہلے اور پچھلے پہر سو وقت، نیند سے بیدار ہونے پر، اور نمازوں کے بعد،

(۲) اذکارِ مقیدہ یعنی وہ اذکار جو خاص خاص امور، مثلاً کھانے، پینے پہننے، جماع کرنے، گھر، مسجد اور بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے، بارش، اور بادل کی گرج وغیرہ کے وقت پڑھے جاتے ہیں، مذکورہ بالا ہر دو اقسام کے متعلق عمل الیوم واللیلہ (یعنی دن رات کے اذکار) کے نام سے کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ (ان میں ملاحظہ فرمائیے)

(۳) اذکارِ مطلقہ یعنی وہ اذکار جو مطلق بلا قید و تعیین وقت، ہر وقت پڑھے جا سکتے ہیں۔ ان تمام سے افضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، البتہ بعض حالات ایسے بھی پیش آ جاتے ہیں کہ دیگر اذکار مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے افضل ہو جاتے ہیں۔

ہر نیک عمل ذکرِ الٰہی میں داخل ہے بعد ازیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وہ بات جو قربِ الٰہی کا ذریعہ بن سکتی ہے خواہ زبان کا قول ہو یا دل کا تصور، مثلاً تعلیم و تعلم، امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر، سب ذکر الٰہی میں داخل ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو شخص ادائے فرائض کے بعد کسی علم نافع (یعنی دین یا دین سے تعلق رکھنے والے علم) کی طلب میں مشغول ہو، یا کسی مجلس و مدرسہ میں بیٹھ کر وہ فقہ پڑھے یا پڑھائے جسے خدا و رسول علیہ السلام نے فقہ کہا ہے، تو یہ بھی ذکر الٰہی میں داخل ہے۔ اور اگر افضل الاعمال کی تعیین میں اس قسم کی وسعت کی جائے، تو فکر و تدبر کے بعد آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس کے متعلق وارد شدہ اقوال متقدمین میں کوئی زیادہ اختلاف نہیں۔

افضل الاعمال کی تعیین کے متعلق استخارۂ مسنونہ

اس کی تعیین میں اگر کسی شخص کو اشتباہ واقع ہو جائے تو اسے استخارۂ شرعیہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے استخارہ کرنے والا شخص کبھی نادم نہیں ہو سکتا۔ اور بکثرت دعاؤ استخارہ سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ہر خیر و برکت کی کلید ہے۔ نیز جلد بازی کر کے یوں نہ کہنا چاہیئے کہ میں نے دعا کی تھی، مگر قبول نہ ہوئی۔ اور دعا مانگنے کے لیے اوقات فاضلہ یعنی افضل اوقات کو اختیار کرنا چاہیئے۔ مثلاً رات کا آخری حصہ، اذان اور نمازوں کے بعد، نزول بارش اور اسی قسم کے دوسرے اوقات۔

بہترین کسب توکل علی اللہ ہے

باقی رہا ارجح المکاسب یعنی کونسا عمل سب سے اعلیٰ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ذات خداوندی پر بھروسہ، تمام حاجات میں اس پر مکمل اعتماد

اور ہر حالت میں اس پر حسن ظن رکھنا سب سے بہترین کسب ہے۔

طلب رزق کا پہلا اصول

اور اس کی صورت یہ ہے کہ رزق کے متعلق جسے فکر دامنگیر ہو، اسے لازم ہے، کہ خدا تعالیٰ سے التجا کرے۔ اور محض اسی سے اس کی دعا و درخواست کرے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں سے یوں خطاب فرماتا ہے۔

يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ

میرے بندو، تم سب کے سب بھوکے ہو، ہاں جسے میں کھلا دوں۔ لہٰذا تم مجھی سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا دوں گا، تم سب ننگے ہو، ہاں جسے میں کپڑا پہنا دوں۔ لہٰذا تم مجھ ہی سے کپڑا مانگو میں تمہیں دوں گا (یعنی ہر چیز مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا)

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَسْأَلُ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُيَسِّرْهُ لَمْ يَتَيَسَّرْ

ہر آدمی اپنی تمام حاجات، حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ تک خدا سے مانگے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ میسر نہ فرمائے تو جوتے کا تسمہ تک بھی میسر نہ آئے گا۔

اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ (۴: ۳۲)

خدا سے اس کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔

نیز ارشاد ہے

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۶۲: ۱۰)

جب نماز ہو جائے تو زمین میں چل پھر کر خدا کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔

یہ آیت اگرچہ جمعہ کے متعلق ہے۔ تاہم اس کا حکم ہر نماز کے ساتھ قائم ہے، غالباً اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان مسجد میں داخل ہوتے وقت

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ — خدایا! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

اور مسجد سے نکلتے وقت

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ — خدایا! میں تجھ سے تیرا فضل یعنی رزق چاہتا ہوں

پڑھا کرے (سنن ابی داؤد)

خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر جو ارشاد فرمایا، اس میں بھی اسی کی تلقین ہے، فرمایا

فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ — خدا سے رزق مانگو، اس کی عبادت کرو اور

وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ (۲۹-۱۷) — اسی کا شکر بجالاؤ۔

اِبْتَغُوْا امر کا صیغہ ہے اور امر مقتضی وجوب ہے۔

الغرض طلب رزق میں خدا سے استمداد کرنا اور اسی کے سامنے التجا کرنا بڑا بھاری اصول ہے۔

دوسرا اصول

طلب رزق میں دوسرا ضروری امر یہ ہے، کہ انسان مال کو بالکل بے پرواہی و بے دلی سے قبول کرے کہ اس میں برکت ہو۔ ہر وقت اس کی تاک میں نہ لگا رہے، نہ ہی طمع و لالچ سے حاصل کرے۔ بلکہ دل میں اس کی وقعت محض اسی قدر ہونی چاہیئے۔ جتنی بیت الخلاء کی، کہ انسان خوشی سے نہیں بلکہ رفع حاجت کے لیے اس کی طرف جانے پر مجبور ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس تحصیل مال میں بھی صرف اتنی کوشش ہونی چاہیئے

جتنی بیت الخلاء کی اصلاح میں ہوتی ہے۔

جامع ترمذی وغیرہ میں مرفوعًا آیا ہے۔

مَنْ اَصْبَحَ وَالدُّنْيَا اَكْبَرُ هَمِّهٖ شَتَّتَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهٗ وَلَمْ يَاْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ وَمَنْ اَصْبَحَ وَالْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ هَمِّهٖ جَمَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ

جس کو صبح ہوتے ہی سب سے زیادہ دنیا سمیٹنے کی فکر ہو، خدا اس کے جمع شدہ کاموں کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس سے سب سامان و اسباب کو بکھیر دیتا ہے اور دنیا بھی صرف اسی قدر حاصل ہوتی ہے جتنی مقسوم میں مقدر ہو اور جسے صبح ہوتے ہی سب سے بڑھ کر فکر آخرت ہو، خدا اس کے تمام پراگندہ کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور اس کا دل ان کی طرف سے غنی و بے پرواہ کر دیتا ہے، پھر تو ایسا ہوتا ہے دنیا اور اس کے مال و دولت جھک مار کر اس کے پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں

ایک بزرگ کا قول

بعض سلف صالحین کا قول ہے۔ اے انسان! تو دنیا کا محتاج تو ہے، مگر اپنے حصہ آخرت کا اس سے کہیں بڑھ کر محتاج ہے لہٰذا اگر اپنے اخروی حصہ کی جانب توجہ مبذول کرنے کی ضرورت سمجھتا ہے، تو دنیوی حصہ کو اسی طرح حاصل کر، جیسے گزرتے گزرتے راستے میں کوئی چیز آجائے، تو اس کا انتظام کر لیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ

میں نے جنوں، انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے (ورنہ) نہ تو میں ان سے روزی کا خواہاں ہوں۔ اور نہ مجھے یہ خواہش ہے کہ مجھے کھلائیں ~~خود~~ بڑا رزاق اور بہت طاقتور کا

مالک ہے۔

تعیینِ کسب اور دو مفید باتیں

باقی رہی کسی خاص کسب کی تعیین خواہ وہ صنعت و حرفت ہو یا تجارت، فنِ تعمیر ہو یا زراعت، یہ بھی لوگوں کے مختلف حالات کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں (فی الحال) مجھے کوئی ایسا کسب یاد نہیں جو تمام لوگوں کے لیے عموماً یکساں مفید ہو سکے۔

(ا) ہاں اگر تلاش معاش میں کوئی خاص صورت پیش آجائے، تو اس کے متعلق بارگاہ عز و جل سے استخارہ کرنا چاہیئے، جو معلمِ خیر، پیغمبرِ خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ایسی برکت ہے، جس کا احاطہ ناممکن ہے۔

(ب) دوم یہ کہ جو کام میسر آجائے وہی اختیار کرلے، خواہ مخواہ دوسرے کام میں پڑ کر مفت کی تکلیف نہ اٹھائے۔ الا اینکہ اس میں کوئی کراہت شرعیہ ہو تو اور بات ہے۔

علمِ حدیث و دیگر علومِ شرعیہ

رہا علم حدیث و دیگر علوم شرعیہ کے متعلق معتمد علیہ کتاب کا انتخاب، تو یہ باب بھی نہایت وسیع، اور مختلف شہروں کے باشندوں کے لحاظ سے مختلف ہے کیونکہ کسی شہر میں ایک شخص کو کسی خاص علم، طریقہ، اور مذہب کی کوئی ایسی کتاب میسر ہو جاتی ہے جو دوسرے شہر میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔

علمِ نبویؐ ہی علم کہلانے کا حقدار ہے

ہاں تمام خیر و برکت کی جامع یہ چیز ہے، کہ انسان اس علم کی تحصیل کے لیے خدا تعالیٰ سے نصرت و امداد طلب کرے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور میراث چلا آ رہا ہے۔ کیونکہ یہی علم علم کہلانے کا حقدار ہے۔

علم کی تین قسمیں | علاوہ ازیں ہر علم۔

(ا) یا علم تو ہوگا۔ مگر غیر نافع (ب) یا سرے سے علم نہیں ہوگا۔ خواہ اسے علم کے نام سے نامزد کیا جائے (ج) اگر فی الواقع وہ علم بھی ہے، اور نافع بھی، تو یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم موروث میں اس سے بے نیاز کر دینے والی، بلکہ اس سے بھی بدرجہا بہتر کوئی نہ کوئی چیز ضرور موجود ہوگی، لہٰذا آنحضرت صلعم کے علم موروث کو چھوڑ کر اس کی جانب توجہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی، جب اس کی ضرورت ہی نہ رہی تو انسان کی تمام تر جدوجہد یہی ہونی چاہیئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر و نواہی اور آپ کے دوسرے کلام کے مقاصد سمجھے۔ جب اس جدوجہد کے بعد اس کا دل مطمئن ہو جائے کہ اس مسئلہ میں آنحضرت کی یہی مراد ہے تو پھر جس قدر ممکن ہو اس سے سرمو تجاوز و انحراف نہ کرے خواہ وہ حقوق اللہ یعنی بندہ و خدا کے مابین ہوں، یا حقوق العباد یعنی دوسرے لوگوں کے ساتھ۔

رفع اشتباہ کے لیے دعا | اور علم کی ہر شاخ میں ایک ایسے اصل کو مضبوط پکڑنے کی کوشش کرے، جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہو، اور جب علماء کے مختلف فیہ مسئلہ میں اسے شکوک و شبہات پڑ جائیں تو بارگاہ الٰہی میں وہ دعا کرنی چاہیئے، جو مسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے
کَانَ یَقُوْلُ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ مِنَ	بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اے جبریل و
اللَّیْلِ اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَ	میکائیل و اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمینوں
مِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ	کے پیدا کرنے والے، غیب و حاضر کے واقف

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

تو ہی لوگوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرے گا جس حق کے متعلق اختلاف کیا جا رہا ہے۔ مجھے اپنے حکم سے اس کی رہنمائی کر۔ کیونکہ تو اپنی حسب خواہش جسے چاہتا ہے، صراط مستقیم کی جانب راہنمائی فرماتا ہے

کیونکہ ایک حدیث قدسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِیْ اَهْدِكُمْ (صحیح مسلم)

میرے بندو تم سب کے سب گمراہ ہو۔ ہاں جسے میں ہدایت کروں۔ لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔

ہر علم کی کچھ نہ کچھ واقفیت ضروری ہے

رہا کتب و مصنفین کا بیان تو خدا نے جنہیں کم و بیش جس قدر میسر فرمایا۔ اثنار درس و مذاکرہ میں میرے (ابن تیمیہؒ) ہاں سن ہی چکے ہیں۔ اس وقت صرف اتنا کہے دیتا ہوں۔ کہ منقسم علی الالواب تصانیف میں صحیح امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ سے نافع ترین کوئی کتاب نہیں۔ لیکن علم کے تمام اصولوں کو سمجھنے میں تنہا وہ بھی کافی نہیں اور نہ ہی مختلف علوم کے متبحر عالم کا مقصود پورا کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ دیگر احادیث، خصوصاً علماء و فقہا کے ان مسائل کا علم نہایت ضروری ہے۔ جن کے ساتھ بعض علماء مختص و ممتاز ہیں۔ اور امت محمدیہ تو علم کے ہر فن میں پورا پورا حصہ لے چکی ہے۔ جس کا دل خدا تعالےٰ نے نور سے بھر دیا ہے۔ اسے جو بات پہنچتی ہے اسے اس کے ذریعے راہنمائی فرماتا ہے اور جس کا دل اندھا کر دیا ہے۔ اسے جس قدر زیادہ کتابیں میسر ہوتی ہیں۔ اسی قدر

اس کی حیرت وضلالت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن لبید انصاریؓ سے فرمایا۔

اَوَلَیْسَتِ التَّوْرٰتُہ وَالْاِنْجِیْلُ عِنْدَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصٰرٰی فَمَا ذَا تُغْنِیْ عَنْھُمْ۔

کیا یہود ونصاریٰ کے ہاں توراۃ وانجیل نہیں ہے تو پھر انہیں کیا فائدہ پہنچا یا رجبکہ خود انہیں ہدایت کی ضرورت نہیں۔

خاتمہ و دُعا، لہٰذا عزوجل سے التجا ہے، کہ ہمیں رشد وہدایت، اور صلاح علم وعمل عطا کرے۔ ہمارے دلوں میں وہ چیز القا فرمائے جس میں ہماری ہدایت ہو۔ ہمیں شرور نفسانیہ سے محفوظ ومصئون رکھے۔ اور ہدایت کے بعد دل کی کجروی سے بچا کر اپنی بارگاہ سے خاص رحمت نازل فرمائے۔ کیونکہ وہی رحمت عطا فرما سکتا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَوَاتُہٗ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُسْلِمِیْنَ ○

دَرَجَاتُ الْیَقِیْن

آٹھواں رسالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال شیخ الاسلام ابوالعباس امام احمد ابن تیمیہ رح سے دریافت کیا گیا کہ خدائے عزوجل نے کلام اللہ میں جو یقین کے تین مدارج ومقام (حق الیقین، عین الیقین، علم الیقین بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ہر مقام کے کیا معنی ہیں اور کون سا مقام ان سب میں اعلیٰ وافضل ہے۔

جواب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - حق الیقین - عین الیقین اور علم الیقین کے متعلق لوگوں کے چند مشہور اقوال ہیں۔

علم الیقین ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ علم الیقین علم کا وہ درجہ ہے جو کسی کو کسی بات کے سننے، کسی کے تبلانے، ایک چیز کو دوسری پر قیاس اور غور و فکر کرنے سے حاصل ہو۔

عین الیقین وہ درجہ ہے۔ جو کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ و معائنہ کرنے سے حاصل ہو۔

حق الیقین اس درجہ کا نام ہے۔ جو کسی چیز کو مشاہدہ کے بعد چھونے، محسوس کرنے، چکھنے، اور اس کی حقیقت معلوم کرنے سے حاصل ہو۔

مثال اوّل علم الیقین کی مثال یوں سمجھ لیجئے، کہ ایک شخص کو کسی نے اطلاع دی کہ فلاں جگہ شہد ہے۔ تو اس نے صرف اس کی تصدیق کی، یا شہد کے آثار دیکھ کر (مثلاً مکھیوں کا چھتہ وغیرہ دیکھنے سے) نتیجہ اخذ کر لیا، کہ وہاں شہد ہوگا۔

مثال دوم عین الیقین کی مثال یہ ہے، کہ کسی نے شہد کو محض سنا ہی نہیں بلکہ اس کا مشاہدہ و معائنہ بھی کیا ہے۔ یہ مقام پہلے سے اعلےٰ ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لَیْسَ الْمُخْبَرُ کَالْمُعَایِنِ سننے والا شخص معائنہ کرنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

مثال سوم حق الیقین کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے شہد کو محض دیکھا ہی نہ ہو۔ بلکہ اسے چکھا ہو۔ اور اس کا مزہ و شیرینی بھی حاصل کر چکا ہو۔ اور ہر شخص بخوبی جانتا ہے، کہ علم کا یہ درجہ پہلے درجہ یعنی علم الیقین سے اعلےٰ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عارف لوگوں کی زبان پر جب حق الیقین کا لفظ آتا ہے، تو اس سے ذوق و وجدان کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جو انہیں بارگاہ ایزدی سے حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ (مشکوٰۃ)

جس شخص میں تین چیزیں ہوں تو یقین جانئے کہ وہ حلاوت ایمانی سے بہرہ ور ہو چکا ہے (اول) وہ شخص جسے خدا ور رسول علیہ السلام تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں (دوم) جو کسی سے دنیا کی خاطر نہیں بلکہ لوجہ اللہ محبت رکھتا ہو (سوم) جو شخص کفر سے نجات پانے (اور قبول حق) کے بعد ارتداد و کفر کو ایسا برا جانتا ہو جیسے آگ میں دھکیل دیئے جانے کو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جلالت نشان ہے۔

ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا (مشکوٰۃ)

جو شخص خدا کی ربوبیت، دین اسلام کی حقانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر رضامند ہو اس نے ایمان کا مزہ پا لیا۔

حلاوت ایمانی کا وجد و ذوق اور مدارج ثلثہ

ایمانداروں کو حلاوت ایمانی کی جو شیرینی و مزہ حاصل ہوتا ہے، اس میں لوگوں کے تین درجے ہیں۔

مثال کہ کسی شخص کو صرف اسی قدر معلوم ہو، کہ وجد و ذوق کوئی چیز ہے۔ مثلاً شیخ نے اسے بتایا کہ ذوق ایک درجہ ہے۔ تو اس نے محض

سن کر اسے سچ سمجھا۔ یا عارف لوگوں نے اپنے متعلق بعض باتوں کی اطلاع دی تو وہ سن کر ان تک پہنچ گیا۔ یا ان بزرگوں کے احوال کے آثار و علامات (مثلاً کرامات وغیرہ) دیکھیں جن سے ذوق پر دلالت ہوتی ہے۔

دوسرا درجہ اس شخص کا ہے، جس نے (علم کے بعد) اس کا مشاہدہ و معائنہ بھی کر لیا ہو۔

مثالیں مثلاً اہلِ معرفت اور اہلِ صدق و یقین کے احوال میں سے ایسے احوال کا مشاہدہ کیا ہو جن سے پتہ چلتا ہو کہ یہ بزرگ صاحبِ وجد وذوق ہیں۔ تو اس شخص نے اگرچہ فی الحقیقت وجد و ذوق کی حالت نہیں پائی، تاہم ایسی چیز تو دیکھ لی جو اس حالت پر دال ہے ۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہ اس شخص سے اقرب الی الحقیقۃ ہے جس نے اسے دیکھا نہیں، محض اس کی خبر حاصل کی ہے۔ اور کرامات اولیاء کو دیکھ کر اس کے وجود کی دلیل پکڑی ہے

تیسرا درجہ یہ ہے، کہ کبھی دوسروں سے جس وجد و ذوق کا صرف نام ہی سنا تھا وہ اپنے اندر فی الواقعہ پا لیا ہو۔

ایک بزرگ کا مقولہ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وجد و ذوق کی حالت طاری ہونے پر میری زبان سے یہ الفاظ جاری تھے۔ جنت میں اہل جنت کو اگر یہ حالت نصیب ہو جائے تو یقیناً وہ انتہائی عیش میں ہوں گے۔

مقولۂ دیگر ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے، کہ بعض دفعہ دل پر ایسے حالات طاری ہوتے ہیں کہ فرح و سرور کے باعث وہ رقص کرنے لگ جاتا ہے۔

مقولۂ دیگر:۔ علی ہذا القیاس ایک اور بزرگ کا قول ہے، کہ شب بیدار

لوگوں کو بیداری میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ جو لہو و لعب میں مشغول رہنے والے تماشائیوں کو بھی اپنی لہو و لعب میں میسر نہیں ہوتی۔"

امورِ قیامت و درجاتِ ثلثہ علی ہذا القیاس (اخبار قیامت د) امورِ آخرت کے متعلق لوگوں کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ امورِ آخرت کا صرف علم ہو، جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اطلاع دینے یا امورِ آخرت کے وجود پر (عقلی) دلائل قائم ہونے سے حاصل ہوا ہو۔

دوسرا درجہ علم کا دوسرا درجہ عالمِ اخروی میں ہوگا۔ جبکہ یہاں کے شنیدہ وعدہ وعید، ثواب و عذاب، جنت اور دوزخ کا مشاہدہ اور معائنہ ہوگا۔

تیسرا درجہ اس وقت حاصل ہوگا، جبکہ اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو کر عزوجل کے انعام و اکرام سے بہرہ ور ہو کر انعاماتِ الٰہیہ کے آثار کو اپنے وجود اجسام میں محسوس کریں گے یا اہلِ جہنم جہنم رسید ہو کر عذابِ الٰہی کا مزہ چکھیں گے۔

غرضیکہ ہر چیز میں خواہ دل کے اندر ہوں یا باہر لوگوں کے تین درجے ہیں۔

امورِ دنیا کے درجاتِ ثلثہ علی ہذا القیاس امورِ دنیا میں بھی لوگوں کے تین درجے ہیں۔

(مثلاً) مشتاق ایک شخص کو تنہا پاتا ہے کہ عشق اسے کہتے ہیں۔ نکاح (اس) کا نام ہے لیکن ... حرکت ... اس کی لذت کو محسوس کیا تو اسے صرف ... کا علم ... ہے۔

(ب) اب اگر اس کا صرف مشاہدہ کرے، لیکن لذت سے بہرہ مند نہ ہو۔ تو اس نے محض اس کا معائنہ کیا۔

(ج) لیکن بنفسہٖ اگر اس کا مزہ بھی چکھ لے، تو اسے اس کا ذوق و تجربہ بھی حاصل ہو گیا۔

اور جس کو ایک چیز کا سرے سے ذوق ہی نہیں، وہ اس کی حقیقت سے کب آشنا ہو سکتا ہے؟ الفاظ و عبارت تو محض ایک ذریعہ ہیں جن سے کسی چیز کی صرف مثال دی جا سکتی ہے۔ یا اس کے ذریعہ ایک (البعید) چیز کو ذہن کے قریب تر لایا جا سکتا ہے۔ رہی اس کی پوری شناخت، تو وہ محض عبارات والفاظ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو شخص پہلے سے اسے محسوس کر چکا ہو، یا اس کا ذوق و لطف اٹھا چکا ہو اور بخوبی اس کی شناخت اور تجربہ کر چکا ہو (تو یہ علیحدہ بات ہے)

ایسے لوگوں کو اہل معرفت اسی لیے کہا جاتا ہے، کہ دوسروں کو کسی کے اطلاع دینے یا غور و فکر کرنے سے جس چیز کا صرف علم ہوتا ہے۔ وہ ذاتی تجربہ و ذوق کی بنا پر اس کی حقیقت اور تہ تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔

حلاوتِ ایمانی

ہرقل شاہِ روم کے تاثرات

صحیح حدیث میں ہے کہ ہرقل شاہ روم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابو سفیان بن حرب سے متفرق امور میں سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ کیا اسلام میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص متنفر و رنجیدہ خاطر ہو کر مرتد تو نہیں

ہوتا" ابوسفیانؓ نے جواب دیا "نہیں" اس پر ہرقل نے کہا۔

وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَتْ بَشَاشَتُهُ الْقَلْبَ لَا يَسْخَطُهُ اَحَدٌ

واقعی حلاوت ایمانی کی تازگی جب دل میں سرایت کر جاتی ہے تو اسے کوئی بھی ناپسند نہیں کرتا۔

لذتِ ایمانی سے عدمِ نفرت

غرضیکہ ایمان جب دل میں رچ جاتے اور اس کی تر و تازگی دل میں پوری طرح سرایت کر جائے۔ تو اس سے نفرت تو در کنار، خود اس سے محبت کرتا ہے نا اسے پسند کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل میں ایمان کی اس قدر حلاوت و لذت، خوشی و شادمانی ہوتی ہے کہ اس کے ذوق سے نابلد آدمی کے سامنے اس کی تعبیر ناممکن ہے۔

ذوق ایمانی کے مدارج میں لوگ ایک دوسرے سے بالکل متفاوت ہیں جس قدر ذوق ہوگا اسی قدر دل میں پیدا شدہ فرح و سرور کی شگفتگی اور صدق و صلاح اور اطاعت ہوگی اور جب یہ دل میں پختہ طور پر سما جائے تو دل اسے کبھی ناپسند نہیں کرتا۔

شہادتِ قرآنی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۱) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (۱۰: ۵۸)

اے پیغمبر! کہہ دیجئے (کہ قرآن کریم خدا کا فضل و رحمت ہے) اور لوگوں کو اس فضل و رحمت الٰہی یعنی قرآن حکیم کے حصول سے خوش ہونا چاہیے کیونکہ یہ دنیوی مال و متاع سے کہیں اعلیٰ ہیں۔

ایک جگہ فرمایا

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ

اے پیغمبر! جن مسلمانوں کو ہم نے یہ کتاب دی ہے وہ [illegible]

مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ (۱۳-۳۶)

ہوتے ہیں مگر چند ایسے فرقے بھی موجود ہیں جو بعض کا انکار کر دیتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

(۳) وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ (۹: ۱۲۵)

نزول سورۃ کے وقت منافقین ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ (منافقوں کے ایمان میں اضافہ ہوا یا نہیں) ایمانداروں کے ایمان میں تو اس سے یقیناً اضافہ ہوا اور وہ زیادتی ایمان پر خوشیاں مناتے ہیں۔

استبشار اور اس کی وجہ

اس آیت میں عزوجل نے نزول قرآن کے وقت اہل ایمان کے مستبشر ہونے کی اطلاع دی ہے، استبشار سے مراد فرح و سرور ہے، اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت وہ اپنے دل میں ایمان کی لذت وحلاوت اور سرور وبشاشت محسوس کرتے ہیں۔ اور لذت ہمیشہ محبت کے بعد پیدا ہوتی ہے، لہذا جو شخص کسی چیز سے محبت کرنے کے بعد جب اسے پا لیتا ہے تو اسے اس کی لذت بھی حاصل ہوتی ہے۔

ذوق، بالفاظ دیگر ادراک محبوب یعنی محبوب کو پا لینے کا نام ہی ہے۔

لذتِ ظاہری کی مثال

یوں سمجھ لیجیے، کہ انسان کو پہلے خوراک کی اشتہا و محبت ہوتی ہے، جب اسے تناول کرتا ہے تو اس وقت اسے اس کی لذت وحلاوت بھی ہوتی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس نکاح وغیرہ کو سمجھ لیجیے۔

خدا اور رسول کی محبت

محبت کاملہ کائنات عالم کی محبت ایک طرف، اور اہل ایمان کی اپنے رب سے محبت ایک جانب ہو، تو کوئی محبت اتنی بڑی، اتنی کامل و مکمل نہ ملے گی جس قدر مومنوں کو اپنے رب العزت سے ہے۔

ہر محبت محبت الٰہی کے تابع ہے تمام کائنات میں خدا کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں، جو بذاتہ، بلا واسطہ، ہر حیثیت سے مستحق محبت ہو، عزوجل کے سوا جس کسی سے محبت کی جاتی ہے، اس کی محبت، محبت الٰہی کے تابع اور اسی کے ذریعہ ہوگی۔

کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جاتی ہے، تو اللہ کی خاطر آپ کی اطاعت کی جاتی ہے تو محض لوجہ اللہ آپ کا اتباع کیا جاتا ہے، تو محض خدا کی خاطر۔

شہادات کتاب وسنت چنانچہ ارشاد باری ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۳-۳۰)

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر خدا کو دوست رکھنا ہے تو میری اتباع کرو کہ خدا بھی تم سے محبت رکھے

حدیث شریف میں آیا ہے۔

أَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللّٰهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي

خدا سے محبت رکھو، کیونکہ اس کی ہزارہا نعمتیں کھاتے ہو اور مجھ سے محبت رکھو کہ میں محبوب خدا ہوں اور میرے اہل بیت سے بھی محبت رکھو کہ وہ میرے محبوب ہیں (ترمذی)

قرآن حکیم میں عزوجل کا ارشاد گرامی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (۹ - ۲۴)

اے پیغمبر! کہہ دیجئے۔ اگر تمہارے آباد اجداد اولاد فرزند اور برادر، بیبیاں، قبیلے، وہ مال جو تمہاری رکاڑھے پسینہ کی کمائی ہے، وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تمہیں خطرہ ہے، وہ مکان اور محلات جو تمہیں محبوب و پسند ہیں، خدا اور رسول خدا اور جہاد فی سبیل اللہ سے عزیز تر ہیں تو حکم الٰہی کے آنے تک تو ذرا صبر و انتظار کرو۔ عزوجل کا دستور ہے کہ وہ بدکار لوگوں کو کبھی ہدایت نہیں دیا کرتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (مشکوٰۃ)

کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی اولاد، اپنے باپ بلکہ تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ سمجھے۔

جامع ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔

جو شخص خدا ہی کے لیے محبت کرے، خدا ہی کی خاطر بغض رکھے، خدا ہی کے لیے کچھ دے اور محض خدا کی خاطر روک لے۔ تو اس نے اپنا ایمان کامل و مکمل کر لیا۔

عزوجل کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ

بعض لوگ خدا کے سوا اور دوسروں کو ... [illegible]

دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲-۶۵)

نیا کران سے وہی محبت رکھتے ہیں جو انہیں خدا سے رکھنی چاہیے تھی، لیکن ایمانداروں کو تو سب سے بڑھ کر اپنے خدا سے محبت ہوتی ہے

معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو جس قدر دوسری چیزوں کی، بلکہ ہر محب کو اپنے محبوب کی محبت ہو سکتی ہے، اُن سب سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کی محبت ہو سکتی ہے۔

اس موضوع پر ہم (ابن تیمیہؒ) متعدد جگہ بالتفصیل بحث کر چکے ہیں، جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

حلاوتِ ایمانی کا منبع

یہاں صرف اتنا بیان کرنا مقصود ہے کہ ایمانداروں کو جو لذت ایمانی نصیب ہوتی ہے، وہ محبت خدا اور رسول علیہ السلام سے حاصل ہوتی ہے، وہ بھی بقدر محبت کے تناسب سے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حلاوت کو مشروط بالمحبت ٹھہرا کر فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ یَّكْرَهَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ كَمَا یَكْرَهُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔

جس شخص میں تین چیزیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ پالیا (۱) خدا و رسول کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو (۲) کسی سے محض لوجہ اللہ محبت رکھے (۳) قبول اسلام کے بعد ارتداد سے یوں نفرت رکھے جیسے آگ میں جلنے سے نفرت ہوتی ہے۔

ثمرۂ توحید، اخلاص، توکل، دعا اور درجات ثلاثہ

توحید، اخلاص، توکل اور صرف خدا ہی سے دعا کرنا [illegible]

[illegible] ہیں۔

پہلا درجہ	وہ شخص جو اہل حال سے سن کر، یا آثار و علامات سے استدلال کر کے اس چیز کا علم حاصل کرے۔
دوسرا درجہ	وہ شخص جو صاحب حال کے حاصل شدہ احوال کا مشاہدہ معائنہ کر چکا ہو۔
تیسرا درجہ	وہ شخص جو اخلاص، توکل علی اللہ، اللہ سے التجا کرنے، اللہ سے نصرت و امداد چاہنے اور اس کے سوا تمام علائق سے

قطع تعلق ہو کر محض اسی کا ہو رہنے کی حقیقت کو پا چکا ہو۔

ایسے شخص کو خود اپنی ذات پر تجربہ ہو جاتا ہے، کہ جب کبھی اس نے مخلوقات سے رشتہ جوڑا۔ ان سے امید رکھی۔ حصول منفعت و دفع مضرت کے لیے ان سے کسی قسم کی امید رکھی، تو اس جانب سے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوا، اور کوئی مقصد حاصل نہ ہوا، بلکہ کتنی دفعہ ان کی خدمت کی، بعض دفعہ ان پر مال بھی خرچ کیا، کہ مشکل میں کام آئیں گے، مگر کوئی بھی اسے نفع نہ پہنچا سکا، خواہ وہ نفع پہنچانے سے خود عاجز و ناصر تھے، یا بے اعتنائی و بے پرواہی سے کام لیا۔

بہر صورت جب وہ صحیح صدق احتیاج کے ساتھ عز و جل کی جانب منسوب ہوا، اور پورے خلوص کے ساتھ اس کے ہاں فریادی ہوا۔ تو اس نے اس کی دعا قبول فرمائی کر تمام دکھ درد دور کر دیئے۔ اور اپنے وسیع خزانہ رحمت کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے۔

ایسا شخص توکل و اخلاص اور ید اللہ کی حقیقت کا اس قدر مزہ پاتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتا۔

علیٰ ہذا القیاس جس شخص کو اطاعت الٰہی و رضا مندی خدا کے اخلاص سے جو مزہ حاصل ہوتا ہے، وہ دوسروں کو نہیں ہوتا ... ایسے حالات محسوس

ہوتے اور ایسے نتائج و فوائد حاصل ہوتے ہیں، جو بے اخلاص کو نہیں ہوتے، بلکہ

جھوٹی محبت اور اس کا انجام

جو شخص سرداری و تفوق کا طالب، خود بڑائی کا دلدادہ، جمع مال کا پرستار، اور دیگر ہر طرح کی ہوا و حرص اور خواہشات نفسانیہ میں گرفتار رہے، وہ ان باتوں میں پڑکر قسم قسم کے غم و فکر طرح طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں، گوناگوں دلتنگی اور دکھوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جن کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں۔

بسا اوقات پریشانیوں سے تنگ آکر (اس) جھوٹی محبت و خواہشات سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، کہ قدرے آرام میسر ہو جائے، مگر آرام و خوشی کہاں؟ ہمیشہ رنج و غم اور خطرہ و خوف میں مبتلا رہتا ہے۔ حصول مطلب سے پہلے غمگین و اندوہگین اور حصول کے بعد اس کے زوال و انقطاع سے خائف، مگر

سچی محبت اور اس کے فوائد و ثمرات

جو لوگ (اولیاء اللہ) اپنے خدا سے لو لگا لیتے ہیں، وہ ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ و مصئون رہتے ہیں، ایسا شخص یا اس مذاق کے دیگر لوگ جب خالص خدا کی اطاعت و عبادت کی شیرینی، ذکر و مناجات الہٰی اور فہم قرآن کی حلاوت کا مزہ پاتے ہیں اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر کے ایسے نیکوکار بن جاتے ہیں، کہ ان کا ہر عمل و فعل، صالح اور محض لوجہ اللہ ہوتا ہے۔ تو انہیں وہ لذت و فرح و سرور حاصل ہوتا ہے۔ جو ایک متوکل و دعا کرنے والے شخص سے جو اپنی دعا و توکل کے ذریعہ دنیاوی نفع کے حصول یا دفع نقصان سے بہرہ ور ہو چکا ہوتا ہے، بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا دنیا کا فائدہ و نقصان قلیل و ناپائدار، ویسا ہی حصول فائدہ و دفع ضرر کی حلاوت بھی ناپائیدار اور جس کی خواہشات رضا الہٰی میں جذب ہو جائیں، تو جیسی وہ غیر فانی یا دیسے ہی اس کا سرور بھی

دوامی وغیر فانی)

اور یہ ایک بدیہی چیز ہے، کہ دل کے لیے توحید اور عبادت الٰہی کے خلوص سے زیادہ نافع اور شرک سے زیادہ نقصان رساں کوئی چیز نہیں۔

لہٰذا جب اس نے اخلاص کی حقیقت کو جو فی الحقیقت ایاک نستعین کی حقیقت ہے، حاصل کر لیا، تو گویا اس نے وہ چیز حاصل کر لی، جس کے حاصل کرنے سے وہ تمام لوگ قاصر رہے، جنھوں نے معمولی معمولی چیزیں حاصل کر لیں، مگر اس اعلیٰ مقام تک نہ پہنچ سکے۔ واللہ اعلم۔

مقالۂ حافظ ابن القیم رح (بنام)

"ارشاد الورٰی الیٰ ذم الہوٰی"

یعنی

روضۃ المحبین باب بست ونہم[29] کا ترجمہ

تالیف

الحافظ العلّامہ ابن قیّم الجوزیہ رحمہ اللہ

تخلیق خواہشات کی ضرورت اور فوائد

مرغوب وموافق طبع چیزوں کی طرف طبیعت کا میلان "خواہش وحرص وہوٰی" کہلاتا ہے اور بقاءِ انسانی کے لیے یہ میلان حسب ضرورت انسان کو ودیعت کر دیا گیا ہے، کیونکہ اگر کھانے، پینے اور نکاح کی اسے خواہش ورغبت ہی نہ ہو، تو وہ سب سے ہاتھ دھو بیٹھے، لہٰذا خواہش اس کو مرغوب وفائدہ مند چیزوں پر برانگیختہ کرتی رہتی

ہے۔ جیسا کہ غضب و غصہ اسے نقصان رساں چیزوں سے دفاع کا موجب بنتے ہیں

خواہشات کی مذمت و مدح

اس لیے نہ مطلقاً خواہش کی مذمت مناسب ہے، نہ مطلقاً مدح وستایش، جیسا کہ نہ مطلقاً غضب و غصہ کی مذمت مناسب ہے، نہ مطلقاً تعریف وستایش، مذمت اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ دونوں حد اعتدال سے متجاوز ہو جائیں اور ان میں افراط پیدا ہو جائے۔ افراط یہ ہے کہ حصول نفع، اور دفع مضرت کے لیے جس قدر خواہش کی ضرورت ہو۔ اس سے زیادہ استعمال کیا جائے۔

لیکن چونکہ عموماً خواہش پسند، شہوت پرست اور غصہ پرور لوگ، حدود اللہ انتقائع کو پھاند جاتے ہیں، اس لیے شہوت و خواہش، اور غصہ کی مطلقاً مذمت کی گئی۔ کیونکہ بسا اوقات اس کا ضرر و نقصان اس قدر عام ہو جاتا ہے کہ کوئی شہوت پرست و غصہ پرور انسان بھی اس کی لپیٹ سے باہر نہیں رہ سکتا تھا۔

شہوات اور اختلافِ مزاج

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس طرح مزاج مختلف ہوتے ہیں، اور ایک مزاج معتدل جو ہر طرح سے معتدل ہو، بہت قلیل و نادر ہوتا ہے، بلکہ ایک نہ ایک خلط و کیفیت اس پر ضرور غالب رہتی ہے، اسی طرح لوگ بھی مختلف نوعیت اور مختلف الاقسام ہوتے ہیں، اور ایسے خوش قسمت انسان کم ہی ہوتے ہیں، جو غصہ و خواہش نفس کے مقام پر پہنچ کر رک جائیں، یا عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں کو اپنی حدود میں صحیح طور پر استعمال کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

طبیب ناصح کی مثال

یہی وجہ ہے کہ جس طرح ایک طبیب کا یہ منشا ہوتا ہے کہ مزاج ہر طرح سے معتدل ہو جائے، اسی طرح ناصح و خیر خواہ کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ قوت شہوانیہ و قوت غضبیہ ہر طرح سے

اعتدال پر آجائیں، مگر یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے جو تمام دنیا سے صرف چند افراد میں پایا جا سکتا ہے۔

خواہشات اور کتاب وسنت

اسی لیے کتاب اللہ میں کوئی مقام ایسا نہیں ملیگا جہاں خواہشات کی مذمت نہ ہو، اور سنتِ رسول وحدیث نبوی میں کوئی جگہ ایسی نہ ملے گی جہاں اس کی برائی موجود نہ ہو، الا یہ کہ اتباع نبوی سے مشروط ومقید، اور اس کے ماتحت ہو، جیسا کہ ارشاد رسالت مآب ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

جبتک کسی کی تمام خواہشات میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں، وہ مومن کامل نہیں ہو سکتا۔

اہل دانش کا قول ہے کہ خواہش ایک خطرناک اور خفیہ دشمن ہے جس سے بے خوف ہونا نادانی ہے۔

ہوی کی وجہ تسمیہ

امام شعبیؒ "ہوٰی" کی وجہ تسمیہ میں فرماتے ہیں کہ "ہوٰی" کا معنی ہے "گرنا" چونکہ خواہشات اہل خواہش کو لے گرتی ہیں، اس لیے اسے ہوٰی کہتے ہیں۔

خواہشات کے کرشمے

خواہشات مطلقہ تو انسان کو ہر وقت ابھارتی اور برانگیختہ کرتی رہتی ہیں، کہ انسان عاقبت اور نتیجہ وانجام کار سوچے سمجھے بغیر لذات حاضرہ سے سرور وحظ اٹھائے، اور جس قدر جلد ہو سکے، دنیا کی تمام خواہشات سے فائدہ اٹھائے، اگرچہ اسے دنیا وآخرت، دونوں جہانوں میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے۔

خواہش نفسانی اور جرأت دین وعقل

خواہش نفسانی انسان کو اندھا کر دیتی ہے اس کی بصیرت زائل ہو جاتی ہے، اور

دنیا و آخرت کے انجام اور ان کی تکلیفات کا ملاحظہ نہیں کر سکتا۔ اور دین و عقل، اور جرأت تینوں نفس کا راستہ روک لیتے ہیں، اور جب وہ کسی لذت کا جس کے بعد رنج و الم ہو، یا شہوت کا جس کے بعد ندامت و پریشانی ہو، ارادہ کرتا ہے، تو اسے منع کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں، کہ ایسا مت کر، مگر اطاعت و فرمانبرداری اسی کی ہوتی ہے، جو سب پر غالب آ جائے۔

خواہش پرستی پر ضد

دیکھ لیجئے، ایک لڑکا وہی کرے گا، جو اسے پسند لگے، خواہ وہ فعل کم عقلی کے باعث اسے ہلاک کیوں نہ کر دے۔ ایک بے دین وہی کرے گا۔ جیسے وہ چاہتا ہو، خواہ وہ فعل اس کے ضعف دینی کے باعث اس کے لیے موجب ہلاکت ہی ہو۔

ایک بے مروت انسان اپنی حسب منشا کرے گا۔ خواہ اس کی مروت معدوم اور ختم ہی کیوں نہ ہو جائے تو کہاں یہ مروت اور کہاں وہ جس کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

امام شافعی رحمہ کی مروت

"اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹھنڈے پانی سے میری مروت خاک میں مل جائے گی، تو میں اسے ہرگز نہ پیوں۔

خواہشات اور حاکمِ عقل و حاکمِ دین

پھر چونکہ تمام بہائم کو نظر انداز کر کے جب ایک مکلف خواہشات یعنی انسان کو امتحان و آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور ہر وقت اور ہر ساعت، طرح طرح کے حوادث و مصائب بھی اس پر نازل ہو رہے تھے تو خود اس کے اندر دو حاکم تعینات کر دیئے گئے، ایک حاکم عقل، دوم حاکم دین، اور اسے حکم دیا گیا، کہ خواہش و ہوائے نفسانی کے تمام حوادث ہمیشہ مذکورہ بالا حکام کی عدالت میں پیش کرتا رہے، اور ان کے احکام بجا لائے نیز جن خواہشات کا انجام بہتر اور خطرے سے خالی ہو، تو اس کے دفاع کی پریکٹس کرتے رہنا چاہیئے تاکہ جن کا انجام مصائب و تکلیف سے بھرپور ہو، اس کے ترک و اجتناب کی مشق ہو جائے۔

مداومتِ شہوات کا نتیجہ

عقلمند انسان کو اس نکتہ سے نا واقف رہنا بھی نامناسب ہے کہ دائمی شہوت پرستوں پر آخر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے جس میں کچھ لذت ومزہ نہیں رہتا، اور شہوت رانی ایک پھیکا اور روکھا سا مشغلہ بن کر رہ جاتا ہے، اس کے باوجود ترک نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ ان کے لیے عیش و زندگی کی جزو بن چکی ہے، جسے چھوڑنا محال ہے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ ہمیشہ کے شرابی کو اس لذت کا عشر عشیر بھی حاصل نہ ہوگا، جو گاہے گاہے پینے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر طبیعت چونکہ اس کی عادی ہو چکی ہوتی ہے اس لیے وہ ہاتھ دھو کر اپنے مطالبات کے پیچھے پڑ جاتی ہے اور معتاد چیزوں کے حصول کے لیے جان دھڑ کی بازی تک لگانے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ لیکن اس کے دماغ سے اگر خواہشات کا زنگ دور ہو جائے اور شہوات کا حجاب اٹھ جائے تو فوراً اسے معلوم ہو جائے کہ جسے وہ سعادت ونیک بختی خیال کرتا تھا، وہ شقاوت وبد بختی کی صورت میں ظاہر ہوئی، جسے فرح وسرور سمجھا تھا، وہ مبدل بہ غم ہو گئی اور جسے لذت تصور کرتا تھا۔ وہ رنج والم بن کر چپٹ گئی۔

اسیرِ خواہشات کی مثال

اس کی مثال تو اس پرندے کی سی سمجھ لیجیے جو ایک دانے کے لالچ فریب میں آکر اسیر دام ہو کر رہ گیا، نہ دانہ حاصل ہوا نہ دام سے رہائی (نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے)

کیا خواہشات سے رہائی ممکن ہے؟

ہاں! کوئی بیچارہ مصیبت زدہ انسان خواہشات سے نجات وخلاصی کی راہ دریافت کرے، تو جواب دیجیے کہ ہاں! ہاں خدا کا فضل وکرم اور توفیق ونصرت شامل حال ہو تو مندرجہ ذیل امور کی تعمیل اور بجا آوری کرنے سے نجات ورہائی کی صورت ہو سکتی ہے۔ وَہِیَ ہٰذِہٖ۔

—٭—

فصل

خواہشات سے مخلصی کے پچاس طریقے

(۱) شریف وغیور انسان کا عزم واستقلال، جو حصول فوائد ودفع مضرات پر اسے ہر وقت آمادہ و برانگیختہ رکھے۔

(۲) صبر کا ایک کڑوا گھونٹ، جسے حلق سے اتارتے وقت نفس کو قابو رکھا جائے

(۳) طبیعت میں کڑوا گھونٹ پینے کی قوت وشجاعت جس سے وہ پوری جرأت و بہادری کے ساتھ اس کو پی سکے، اور شجاعت تمام تر ایک ساعت کے صبر کا نام ہے، بہترین زندگی بھی وہی ہے جو انسان کو صبر سے حاصل ہو۔

(۴) جرعہ صبر سے جو شفا ونتیجہ بہتر برآمد ہوگا اس کا تصور۔

(۵) پیروی خواہشات کی تھوڑی سی لذت پر کئی گنا عذاب وتکلیف کا خیال۔

(۶) خدا ومخلوق کے ہاں اپنی گذشتہ عزت ومنزلت کے بقار اور قائم ودائم رکھنے کا تصور، اور یہ وہ اعلیٰ تصور ہے، جو بدرجہا بہتر و فائدہ مند ہے۔

(۷) عفت وعصمت کی لذت وحلاوت، اور عزت وعظمت پر معصیت دگناہ کی لذات کو لذت عفت پر قربان کر دینے کی پوری قوت وصلاحیت موجود ہو۔

(۸) اپنے خطرناک دشمن پر غلبہ پانے اور اسے بے نیل و مرام واپس ہوتے دیکھ کر فرح وسرور پانے کا مادہ۔

اعمال صالحہ کے ذریعہ دشمن خواہشات کی تذلیل خدا تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے غلام وفرمانبردار اور نیک بندے اس کے دشمنوں سے محبت ونرمی کی بجائے نہایت سختی سے پیش آئیں، ان سے بغض وعداوت رکھیں اور ہر جگہ انہیں ذلیل ورسوا کر کے دم لیں، چنانچہ عزوجل نے کتاب عزیز میں اس حقیقت

کو اکثر جگہ بیان فرمایا ہے۔

وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ (۹ : ۱۲۰)

مسلمانوں کے لیے ہر ایسے مقام کی راہ نوردی میں جو کفار کے لیے جل اٹھنے کا موجب ہو اور ہر ایسے مال غنیمت میں جو وہ دشمن سے چھین لائے ہوں، ان کے دفتر اعمال میں عمل صالح درج کیے جاتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ (۴۸-۲۹)

تاکہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعہ کفار کو غصہ دلائے

ایک جگہ فرمایا:-

وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَةً (۴-۱۰۰)

جو وطن چھوڑ کر راہ خدا میں ہجرت کر جائے، خدا تعالیٰ اسے زمین میں بے شمار جاگیر دولت اور فراخی و وسعت عطا فرمائے گا۔

مُرٰغَمًا سے مراد وہ مقام ہے جس میں دشمنانِ خدا کو ذلیل و رسوا کیا جائے اور ان کی خوب خبر لی جائے اور سچی محبت کی تو علامت یہی ہے کہ محب اپنے محبوب کے دشمنوں سے ہمیشہ بغض و عداوت رکھتا ہے اور انہیں ذلیل رسوا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔

(۹) اس بات کا گہرا غور و فکر، کہ وہ خواہش پرستی کے لیے پیدا نہیں ہوا، بلکہ کارکنان قضا و قدر نے اسے ایک عظیم الشان کام کے لیے تیار کیا ہے، جس کا حصول انکار معصیت کے سوا ناممکن ہے

چنانچہ کسی شاعر کا شعر ہے۔

قَدْ ھَیَّئُوْکَ لِاَمْرٍ لَّوْ فَطِنْتَ لَہٗ

ارباب قضا و قدر نے تجھے عظیم الشان کام کے لیے پیدا کیا

فَاذْبًا بِنَفْسِكَ اَنْ تَرْمِیَ مَعَ الْهَمَلِ

ہے، کاش تمہیں عقل ہو تو ردی کاموں اور ردی دگروں سے اپنے نفس کو بچانے کی کوشش کرو۔

انسان وحیوان ادراک کا باہمی تفاوت

(۱۰) انسان کو ایسی عادت نہیں اختیار کرنی چاہیئے جس کے باعث وہ مقام انسانیت سے گر جائے اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو جائے۔ کیونکہ اپنے نفع ونقصان اور مضار ومنافع کی تو حیوانوں کو بھی کچھ نہ کچھ تمیز ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ کونسی چیز ہمارے لیے مفید وکارآمد ہے اور کونسی چیز ہمارے لیے غیر مفید ونقصان رساں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک نافع اور فائدہ مند چیز کو غیر مفید اور نقصان دہ چیز پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی انسان کو عقل وشعور عطا فرمایا گیا ہے، تو اگر وہ اتنا عقلمند وباشعور ہو کر بھی اپنے فائدہ ونقصان کی شناخت اور نافع وضار کی تمیز نہ کر سکے، یا تمیز تو کر سکے مگر تمیز کے باوجود نقصان دہ چیز کو ہی پسند اور اختیار کرے تو یقیناً اس کی حالت حیوان سے بھی بدتر ہو گی۔

حیوان سے بدتر ہونے کی دلیل

اس کی دلیل آپ اس بات سے سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کو انتہائی عیش وخوشی اور بے فکری وبے غمی کے باوجود وہ لذت اور سرور حاصل نہیں ہوتا جو ایک چوپائے اور حیوان کو کھانے پینے اور خواہش نفسانی کے پورا کرنے سے حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ مذبح کو جاتے ہوئے بھی اپنی خواہشات میں بدستور منہمک ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے انجام سے غافل اور اپنی عاقبت سے بے علم ہوتا ہے اس کے بالمقابل ایک انسان کو دیکھیئے وہ اس قدر فوائد ومنافع حاصل کر لیتا ہے، جو حیوان کو میسر ہوتا تو ال ہیں کیونکہ انسان کی توفکر یہ کو خواہشات کے آلات وذرائع پر پورا پورا [illegible] نفسانیت تا لیہ فضیلت حیز ہوتیں، تو ایک انسان کو

جو تمام دنیا سے برگزیدہ و خلاصہ عالم ہے اس میں سے کم حصہ کیوں ملتا اور حیوان و چوپائے کو جو سب سے اخس و کمینہ ہے کیونکہ وافر حصہ دیا جاتا حقیقت یہ ہے کہ قضا و قدر نے انسان کے لیے جس قدر خواہشات کا حصہ کم کیا ہے ، اسی قدر اسے علم و عقل اور معرفت کا حصہ وافر دے کر خامی کو پورا کر دیا ہے ۔

خواہشات پرستی کے بیشمار نقصانات

(۱۱) اپنے غور و فکر کو ذرا خواہشات کے عواقب و انجام اور نتیجۂ بد کی سیر کروانی چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ان کی اطاعت و پیروی کے باعث کس قدر فضائل و خوبیوں سے ہاتھ دھونا پڑا اور کتنی ہی رذائل و بد عادتوں میں مبتلا ہونا پڑا ، کتنے ہی خسیس و حرام لقمے تھے جو حلال لقموں کی سد راہ ہوئے ، اور کتنی ہی فانی لذتیں تھیں ، جن کی بدولت ابدی و غیر فانی لذتوں سے محروم ہونا پڑا ، کتنی ہی ایسی شہوتیں تھیں ۔ جنہوں نے عزت و وقار کو خاک میں ملا دیا ، شان و شوکت برباد کر دی ، سر اونچا کرنے کا نہ چھوڑا ، تمام دنیا میں رسوا و ذلیل کر دیا اور عمر بھر کے لیے بدنام کر دیا اور پھر ان تمام کے بعد ابد الاباد کے لیے ایسی شرم و عار پیچھے لگا دی ، جسے برسوں ظاہری پانی سے دھوئیں تو نہ دھل سکے ، مگر عبرت و نصیحت کہاں ۔ خواہش پرست تو اندھا ہو چکا ہوتا ہے ، اس کی آنکھیں بے نور اور بصیرت سلب ہو چکی ہوتی ہے

خواہشات سے مطلب براری کے بعد کی حالت

(۱۲) عقلمند کو یہ چاہیئے کہ یہ تو ایک ناپائدار و فانی چیز ہے جب مطلب نکل آیا اور غرض پوری ہو گئی تو قصہ ختم ، پھر وہ کیا کرے گا ؟ علاوہ ازیں یہ بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ کتنے ہی فائدوں اور نیکیوں سے اسے ہاتھ دھونا پڑے گا اور کتنی ہی مصیبتوں اور برائیوں سے دو چار ہونا پڑے گا ۔ کیونکہ

فَاَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ لَمْ يَرْتَكِبْ سَبَبًا ۔ سب سے بہتر وہی شخص ہے جو کسی کام کو

حَتّٰی یُمَیِّزَ لِمَا تَجْنِیْ عَوَاقِبُہٗ، سوچے سمجھے بغیر اسے ہرگز نہ شروع کرے۔

غیر کے عیب سے اپنے قصور کی اصلاح

(۱۳) پہلے یہی تصور پوری طرح کسی دوسرے کے متعلق کر دیکھئے، پھر دوسرے کو ہٹا کر اسی جگہ خود اپنی ذات کو رکھ کر اسے اپنا نشانہ و مطمح نظر بنائے اور اس کے مالہ وما علیہ اس کی ابتداء وانتہا، آغاز وانجام فوائد ونقصانات کا تصور کر دیکھے، تو ہر چیز اسے شیشہ ہو جائے گی کیونکہ کسی چیز کا حکم وہی ہوتا ہے، جو اس کی نظیر وہم مثل کا ہوتا ہے

مطالبات نفس پر دین وعقل سلیم سے مشورہ

(۱۴) مطالبات نفس کا پہلے خود مطالعہ کرے پھر ان سب کو اپنے دین و عقل سلیم کے سامنے پیش کر کے ان سے رائے دریافت کرے تو دونوں یہی مشورہ دیں گے کہ یہ ردی وفضول اور بالکل بے فائدہ چیز ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، انسان کو جب کوئی عورت بھا جائے اور خوبصورت اور پسند لگے تو اس کی غلاظت وگندگی کے تصور سے اس کا خیال ترک کرے اور یہ قول احمد بن حسین (متنبی) کے اس قول

لَوْ فَكَّرَ الْعَاشِقُ فِيْ مُنْتَهٰى — اسیرِ حسن کو انجام حسن کا پتہ چل جائے تو کبھی

... بِی لَيْسَبِيْهِ لَمْ يَسْبِهٖ — ان کے دام میں اسیر نہ ہو سکے۔

سے کئی درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ ابن مسعودؓ کی نظر حالت حاضرہ پر ہے اور شاعر کی نگاہ امر متاخر پر ہے۔

پرستار خواہشات اور انتہائی بزدل وبدباطنی

خواہشات جیسی خسیس چیز کی طاعت اور اس کی کفش برداری کی لعنت سے نفس کو ہمیشہ غیرت اور شرم دلاتے رہنا چاہیئے کیونکہ جو شخص بھی اپنے ناک میں خواہشات نفس کی نکیل ڈال لے، وہ ذلیل وخوار ہو کر رہتا ہے، پھر خواہش پرست

لوگوں کے صولت و دبدبہ، شان و شوکت، اور کبر و نخوت کے مجرے میں بھی نہیں آنا چاہیئے کیونکہ وہ ایسے بزدل و بدباطن ہوتے ہیں، کہ کبر و نخوت کے باوجود ان میں ذلت جیسی متضاد صفت گھر کیے ہوتے موجود ہوتی ہے۔

خواہشات پرستی کے نقصانات کا فوائد سے موازنہ

(۱۶) انسان اپنے دین و مذہب مال و دولت، جاہ و حشمت اور عزت و عظمت جیسے قیمتی جواہرات کی سلامتی کو خسیس سی لذت مطلوبہ کے حصول سے موازنہ کر دیکھے تو ان میں باہمی ادنےٰ سی نسبت بھی نہیں پائے گا۔ اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی۔ کہ ٹھیکریوں کے عوض اس نے جواہرات جیسی قیمتی چیزوں کو فروخت کر کے کس قدر اپنی بے وقوفی کا ثبوت دیا۔

شیطان کو انسان پر کب امیدیں لگتی ہیں

(۱۷) شریف آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفس کو اپنے دشمن رخواہش کے ماتحت زندگی بسر کرنے اور اس کی سختیاں سہنے سے ہر دم شرم و عار دلاتا رہے، اور نفس کے اندر غیرت کی ایک آگ سی لگا دے، دشمن رخواہش کے ماتحت غلامی و لعنت کی زندگی بسر کرنے سے تو زندہ درگور ہو جانا ہی بہتر ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ کبھی شیطان کے قابو میں نہیں آسکے گا۔ کیونکہ شیطان جب انسان کو کمزور ہمت ضعیف العزیمت، اور مائل بہ خواہشات دیکھتا ہے تو اسے امیدیں لگنے لگتی ہیں اور وہ جھٹ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور لگام دے کر جدھر چاہے دوڑائے پھرتا ہے، مگر جب اس میں عزم و استقلال، قوت ارادہ، شرافت نفس، اور علو ہمت محسوس کرتا ہے تو اس کی امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں اور سامنے نہیں آسکتا پھر اگر داؤ چلاتا بھی ہے تو قلیل اور وہ بھی چھپ کر۔

خواہشات کی تشریف آوری اور کل چیزوں کا بگاڑ

(۱۸) دنیا میں [illegible]

کرلینا چاہیے کہ خواہش جس چیز میں بھی داخل ہوگئی، اسے خراب و برباد کرکے چھوڑے گی علم میں داخل ہوئی، تو عالم کو بدعتی و گمراہ بنائے گی۔ اور اسے علماء کی صف سے نکال کر خواہش پرستوں کی صف میں لا کھڑا کرے گی، زہد میں داخل ہوئی، تو زاہد کو ریاکار و مخالف سنت بنائے گی، حکم میں داخل ہوئی تو حاکم کو ظالم، اور حق و انصاف کا منکر بنائے گی۔ علیٰ ہذا القیاس تقسیم میں آ داخل ہوئی تو وہ تقسیم، تقسیم عادلانہ نہ ہوگی۔ بلکہ مبنی بر جور ہوگی، اسی طرح محکمہ ولایت و عزل میں آ گھسی، تو والی و امیر کو خدا اور رسول اور اہل اسلام کا غدار و خائن بنائے گی۔ کیونکہ کسی کی معزولی و تقرر کا اسے اختیار ہوگا اور وہ اپنی خواہش کے مطابق جسے چاہے گا، عہدہ عطا کرے گا، اور جسے چاہے گا معزول و معطل کردے گا، اسی طرح عبادت کو لے لیجئے جب اس میں خواہشات نفسانی کا قدم رنجہ ہوگا۔ تو وہ عبادت، قرب و طاعت کا موجب نہیں ہوگی، بلکہ معصیت و نافرمانی کا باعث ہوگی۔ غرضیکہ یہ منحوس جس چیز میں بھی داخل ہوگی، خرابی و فساد اور بربادی کا باعث ہوگی۔

خواہشات اور شیطان کا چور دروازہ

(۱۹) یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا داؤ صرف خواہشات کے ذریعے ہی چلتا ہے کیونکہ وہ چاروں طرف پھر کر دیکھتا ہے، کہ کسی ذریعے سے اس کے دل پر قابو پاکر اس کے تمام اعمال خراب و برباد کرسکے، مگر وہ تمام دروازے مسدود پاتا ہے، آخر اسے یہی چور دروازہ ملتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ داخل ہوکر اس میں اس طرح سرایت کرجاتا ہے۔ جیسے بدن میں زہر سرایت کرجاتی ہے۔

اتباع ہوا، واتباع رسول ﷺ

خدا تعالیٰ نے خواہشات کو کلام اللہ اور وحی الٰہی کی ضد اور اتباع ہوا و متابعت رسول ﷺ کو [illegible] قرار دیا ہے۔ اس نے لوگوں کو دو قسموں میں منقسم فرماکر ایک فریق کو اتباع

وحی اور دوسرے کو اتباع ہوا قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ تقسیم قرآن حکیم میں آپ کو جا بجا ملے گی۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ (۲۸-۵۰)
اگر وہ آپ کی اطاعت سے انکار کر دیں تو یقین کیجئے کہ وہ محض اپنی خواہشات ہی کی اتباع کرتے ہیں۔

نیز ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (۲-۱۲۰)
علم الٰہی کے حصول کے بعد اگر آپ ان کی خواہشات کی جانب توجہ کریں گے۔ تو ۔ ۔ ۔

علیٰ ہذا القیاس ایک دو نہیں ایسی بیسیوں آیات موجود ہیں۔

خبیس ترین حیوان

(۲۱) اللہ تعالےٰ نے خواہش پرستوں کو صورۃً و معنیً خبیس ترین حیوانات سے تشبیہ دی ہے، چنانچہ کبھی تو کتوں کے مشابہ ٹھہرایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ (۷-۱۷۶)
لیکن وہ دھرنا مار کر زمین پر بیٹھ رہا اور خواہشات کے پیچھے پڑ گیا تو اس کی مثال کتے کی سی ہے۔

اور کبھی گدھا قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ (۷۴-۵۰-۵۱)
وہ ان گدھوں جیسے ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔

حتیٰ کہ بعض دفعہ تو شکلیں تبدیل کر کے بندر و خنزیر اور سور بنا دیا (اعاذنا اللہ)

خواہش پرستی اور امامت و اطاعت سے معزولی

(۲۲) خواہش پرست انسان نہ تو اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے، اور نہ ہی امام و پیشوا، اور متبوع بننے کا اہل ہے۔ کیونکہ عزوجل نے اس کو عہدہ امامت سے بھی معزول فرما دیا ہے۔ اور اس

کی اطاعت سے بھی منع کر دیا ہے۔ چنانچہ معزولی کا ذکر اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان فرمایا۔ کہ

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ○ (۲-۱۲۴)

میں آپ (ابراہیمؑ) کو لوگوں کا امام ومقتدا بنانا چاہتا ہوں، ابراہیم نے فرمایا۔ میری اولاد کو بھی۔ خدا نے جواب دیا اس عہد سے ظالم لوگ مستثنیٰ ہیں

یعنی میرا یہ وعدہ امامت ظالموں کے لیے نہیں ہوگا، اور ہر وہ شخص جو اپنی خواہشات نفسانیہ کا تابعدار و پیروکار ہو وہ ظالم ہے۔ اس کی دلیل عزوجل کا یہ ارشاد گرامی ہے، کہ

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ (۳۰-۲۹)

بلکہ ظالم لوگ سوچے سمجھے بغیر، اندھا دھند اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے

رہی خواہش پرست کی طاعت و فرمانبرداری سے نہی، اس کا تذکرہ آیت ذیل میں موجود ہے، کہ

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (۱۸-۲۸)

ایسے شخص کا مت کہا مانیئے جس کا دل ذکر الٰہی سے غافل ہو چکا ہے۔ اور وہ خواہشات کے پیچھے پڑ کر تمام معاملات میں حدود شریعت سے متجاوز ہو گیا ہے۔

خواہش پرست و بت پرست

(۲۲) اللہ عزوجل نے خواہش پرست کو بت (وثن) پرست کے قائم مقام رکھا ہے

چنانچہ کلام اللہ میں اس نے دو دفعہ یہی الفاظ دہرائے ہیں۔ کہ

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ

آپ نے اسے دیکھا نہیں، جس نے خواہشات

نمونہ (۴۵-۴۳-۲۳) (۴۵ - ۲۳)　　　　نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا۔

حسن رضی اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سے منافق شخص مراد ہے جو کسی خواہش کو دیکھ پاتا ہے تو جھٹ اس پر سوار ہوتا ہے۔

نیز آپ کا مقولہ ہے کہ" منافق اپنی خواہشات کا غلام و عبد ہوتا ہے جو خواہش بھی اس کے سامنے آئے اسے کر گزرتا ہے اور جب تک اس کا ارتکاب نہ کرے دم نہیں لیتا۔

(۲۴) خواہش نفس، دوزخ کی چار دیواری ہے، جوا سے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا ارتکاب کرنا جہنم خریدنا ہے، چنانچہ صحیحین میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ　　جنت کے اردگرد مصائب و تکالیف، اور
وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ　　دوزخ کے چاروں طرف شہوات کی چاردیواری کر دی گئی ہے۔

نیز جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع حدیث آئی ہے، کہ

لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ أَرْسَلَ إِلَيْهَا جِبْرِيلَ فَقَالَ انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا فَجَاءَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَمَا أَعَدَّ اللهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا فَرَجَعَ إِلَيْهِ وَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَا [illegible] لَا دَخَلَهَا فَأَمَرَ [illegible]

خدا نے جب جنت کو تخلیق فرمایا، تو معائنہ کے لیے جبرئیل امین کو بھیجا، کہ جنت اور اہل جنت کے لیے تیار کردہ نعمتوں کو جا کر ملاحظہ کرائے، جبریل گئے اور جنت اور جنت کی تمام چیزوں کو ملاحظہ فرمایا اور واپس تشریف لا کر فرمانے لگے، خدایا تیرے عزت و جلال کی قسم! اسے تو جو بھی سن پائیگا ضرور داخل ہو کر رہے گا، تو عزوجل نے اس کے چاروں طرف مصائب و تکالیف کی دیوار کھینچ دی

ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَرَجَعَ فَإِذَا أَنَّهَا حُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ قَالَ اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا فَجَاءَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَقَالَ ارْجِعْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ۔

کا حکم صادر فرمایا جس کی فوراً تعمیل ہوئی، اور دوبارہ جبریل کو ملاحظہ کے لیے روانہ فرمایا۔ جبریل نے دیکھا تو مصائب و تکالیف کی چاردیواری سے گھرا پایا، تو آکر کہنے لگا، خدایا تیری عزت کی قسم اب تو مجھے ڈر ہے کہ وہاں کسی ایک کا بھی گذر نہ ہو سکے، پھر باری تعالیٰ نے دوزخ اور دوزخیوں کے لیے وہاں کے تیار کردہ عذاب کو دیکھنے کا حکم دیا، تو جبرئیل آکر دیکھتے ہیں: کہ آگ کے شعلے باہم لپٹ لپٹ کر ایک دوسرے کو کھائے جا رہے ہیں، واپس لوٹے اور کہنے لگے، خدایا تیری عزت و عظمت کی قسم وہاں تو کوئی بھی داخل نہ ہوگا۔ تو خدا نے اس کی چاروں طرف شہوات کی چاردیواری کر دی اور فرمایا دوبارہ ملاحظہ کرو، جبریل گئے تو شہوات سے گھرا پایا۔ واپس تشریف لائے اور کہنے لگے۔ خدایا اب تو خطرہ ہے کہ اس سے کوئی بھی بچ کر نہ نکلے۔

امام ترمذی رح فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

خواہش پرستی و خطرۂ ایمان

(۲۵) خواہش پرست کے متعلق سخت خطرہ ہے کہ وہ اپنی بے شعوری میں ایمان و اسلام سے خارج ہو کر کہیں دونوں سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔

چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (اربعین نووی وسندہ صحیح)

جب تک انسان کی تمام خواہشات میری آوردہ شریعت کے تابع نہ ہولیں۔ کوئی بھی ایماندار نہیں ہو سکتا۔

نیز صحیح حدیث میں ہے، کہ آنجناب ؐ نے فرمایا۔

أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ شَهَوَاتُ الْغَيِّ فِي بُطُوْنِكُمْ وَفُرُوْجِكُمْ وَمُضِلَّاتِ الْهَوٰى (امام احمد بروایت ابی بردۃؓ اسلمی)

سب سے بڑھ کر مجھے تمہاری اندرونی و بیرونی اور فروج کی شہوات اور خواہشات کے گمراہ کن اسباب و ذرائع کا خطرہ ہے کہ تمہیں کہیں لے نہ ڈوبیں۔

مُنجیات و مُہلکات

(۲۶) مہلکات میں سے ایک اتباع ہوا اور خواہشات کا بھی ہے، چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ثَلَاثٌ مُّنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَاءِ وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ۔ (مسند وغیرہ بروایت انس و اوسط طبرانی وغیرہ)

تین چیزیں موجب نجات ہیں
(۱) جلوت و خلوت میں خدا کا ڈر۔
(۲) غضب و غصہ اور خوشی کی حالتوں میں سچی بات (۳) تونگری اور فقیری میں میانہ روی اور اعتدال پسندی۔
اور تین امر مہلک ہیں۔
(۱) آزاد خواہش پرستی۔
(۲) بخل کی غلامی۔
(۳) غرور و خود پسندی۔
(دیکھو ما دیگرے نیست)

ترکِ خواہشات سے توانائی

(۲۷) مخالفت خواہشات سے بدن میں، توانائی دل میں طاقت اور زبان میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے، خواہشات کو مغلوب کر لینے والا انسان پورے شہر کو تنہا فتح کر لینے والے شخص سے بھی زیادہ بہادر ہے۔

حقیقی پہلوان کون ہوتا ہے

صحیح و مرفوع حدیث میں ہے۔

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ وَلٰكِنَّ الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (صحیحین و مسند احمد)	پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑتا پھرے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو ضبط میں رکھے۔

غرضیکہ مخالفت خواہشات کی جتنی پریکٹس (مشق) کی جائے گی۔ اتنا ہی قوت پہ قوت حاصل ہوگی۔

بامروّت و بے مروّت

(۲۸) انسان جتنا بامروت ہوگا، اتنا ہی خواہشات کا مخالف، اور جتنا بے مروت ہوگا۔ اتنا ہی مخالفت ہوا میں کمزور ہوگا

حضرت معاویہؓ اور مروّت کی تعریف

معاویہؓ رضی اللہ عنہ کا قول ہے "ترک شہوات اور خواہشات کی نافرمانی کا نام مروت ہے لہذا اتباع خواہشات سے مروت سلب ہو جاتی ہے، اور ان کی مخالفت سے رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے۔

عقل اور خواہشات کا دنگل

(۲۹) انسان کی عقل و خواہشات کا ہمیشہ تصادم ہوتا رہتا ہے اور کوئی دن خالی نہیں گذرتا جس میں دونوں کی باہمی جنگ نہ ہوتی ہو، تو جو طاقت مقابل طاقت پر غالب آتی ہے تو اسے شکست دے کر خود حکمران ہو جاتی ہے، اور اسی کا سکہ چلتا ہے۔

خواہشات اور حضرت ابو درداءؓ کا قول ابو درداءؓ کا قول ہے کہ

"صبح ہوتے ہی انسان میں اس کی خواہشات اور اس کے اعمال آموجود ہوتے ہیں، پھر اس کے اعمال اگر اس کی خواہشات کے تابع ہوں تو وہ دن سب سے برا دن ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس اگر اس کی تمام خواہشات اس کے اعمال کے تابع ہوں تو وہ دن سب دنوں سے بہتر اور اچھا ہوتا ہے۔"

قرینین (۳۰) عزوجل نے خطا اور اتباع خواہشات کو ایک دوسرے کا ساتھی و قرین، اور صواب و مخالفت خواہشات کو ہمدگر قرین و دوست ٹھیرایا ہے چنانچہ

ارشد و اقبح کی عدم تمیز اور مقولہ عارف بعض سلف کا قول ہے، "دو چیزوں میں سے کسی ایک ارشد و اقبح ہونے کا امتیاز نہ ہو سکے۔ تو اس امر کو ترک کر دیجئے جو خواہشات نفسانیہ کے زیادہ قریب ہو، کیونکہ خطا کا امکان اسی میں زیادہ ہوگا جو خواہش سے قریب تر ہوگا۔

مرض خواہشات اور اس کی دوا (۳۱) "ہوا" یعنی خواہشات، سراسر بیماری ہیں، اور ان کی مخالفت ہی ان کی دوا، اور ان کا علاج ہے۔

مریض خواہشات اور مقولہ عارف کسی عارف کا قول ہے، کہ "برا نہ منائیں، تو میں آپ کی بیماری، اور ساتھ ہی اس کا علاج اور اس کی دوا بھی بتلا دوں خواہشات آپ کی بیماری ہیں، اور مخالفت نفس و ترکِ خواہشات اس کی دوا، اور اس کا علاج ہے۔

بشر حافی کا مقولہ بشر حافی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

"تمام بیماریاں اور بلائیں، خواہشات میں سرکونہ اور تمام تر شفا و تندرستیاں مخالفت خواہشات میں موجود ہیں۔

جہادِ اکبر (۳۲) خواہشات سے جہاد، اگر جہاد بالکفار سے اعلیٰ نہیں، تو اس سے ادنیٰ بھی نہیں۔

جہادِ اکبر اور حسن بصریؒ کسی نے حسن بصری رحؒ سے دریافت کیا۔ کہ "اے ابا سعید کونسا جہاد افضل ہے! فرمایا اپنی خواہشات سے جہاد"

جہادِ نفس اور امام ابن تیمیہ رحؒ میں (ابن قیمؒ) نے استاذ (ابن تیمیہؒ) کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ

نفس و خواہشات سے جہاد، جہاد بالکفار والمنافقین، کی اصل اور جڑ ہے کیونکہ انسان جب تک پہلے اپنے نفس اور اس کی خواہشات کے جہاد میں کامیاب نہ ہولے اس وقت تک کفار و منافقین سے جہاد نہیں کر سکتا۔

پرہیز و بدپرہیزی (۳۳) بدپرہیزی "ہویٰ" کہلاتی ہے، اور ہوا و خواہشات کی مخالفت کا نام پرہیز و احتیاط ہے۔ اور جو شخص اپنے علاج میں پرہیز کو چھوڑ کر بدپرہیزی کو آلہ کار بنائے رکھے تو اس کی دوا ہی اس کے لیے موجب ہلاکت ہوگی۔

عبد الملک اور شیر تمند جنگلی کا مکالمہ عبد الملک بن قریب فرماتے ہیں۔ کہ ایک جنگلی کے ہاں میرا گذر ہوا جسے سخت درد چشم تھی، اور چہرے پر سے آنسو بہے جاتے تھے، میں نے اسے کہا تو آنکھوں کو صاف کیوں نہیں کر لیتا۔ اس نے جواب دیا کہ حکیم صاحب منع کر چکے ہیں اور ایسا شخص خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے، جسے منع کیا جائے تو نہ رکے، اور حکم ملے تو تعمیل نہ کرے۔ میں نے کہا کسی چیز کے لیے جی چاہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا، کہ ہاں جی تو چاہتا ہے مگر میں بدپرہیز انسان نہیں ہوں۔ دوزخیوں کے جہنم رسید ہونے کی آخر یہی وجہ تو ہے کہ خواہشات نے ان کی انضباط و پرہیز کو مغلوب کر لیا تو وہ ہلاک و برباد ہوئے۔

خواہش پرستی اور ابوابِ توفیق و ابوابِ ذلت

(۲۴) اتباعِ خواہشات سے انسان پر توفیق خیر و نیکی کے دروازے بند اور ذلت و رسوائی کے دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آپ اسے ہر وقت یہ خواہش کرتا پائیں گے۔ کہ کاش خدا تعالیٰ اسے فلاں فلاں نیکی و بھلائی کی توفیق عنایت کرتا۔ مگر کہاں وہ تو پیروی خواہشات کے باعث توفیق خیر کے ذرائع اور نیکی و بھلائی کے راستے اپنے ہاتھوں خود مسدود کر چکا ہے۔

مقولہ فضیلؒ بن عیاض

فضیل بن عیاض کا مقولہ ہے۔

"جسے خواہشات اور طاعت شہوات مغلوب کرلیں اس پر خیر و برکت کے تمام ذرائع منقطع اور توفیق کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں"

سرچشمہ ہائے کفر

بعض علماء کا قول ہے کہ

"کفر چار چیزوں میں ہے۔ غضب، شہوت، اور رغبت و رہبت میں پھر خود ہی فرماتے ہیں، کہ دو چیزوں کا مشاہدہ تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے کیا ہے، ایک وہ آدمی جس نے غصہ میں آکر اپنی ماں کو قتل کر دیا، دوم وہ شخص جو عشق میں مبتلا ہو کر عیسائی ہو گیا۔

ایک شخص کو عورت کا جواب

کسی بزرگ کی نظر خوبصورت عورت پر جا پڑی۔ تو اس کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔

اَهْوٰی هُدَی الدِّیْنِ وَاللَّذَّاتِ وَتُعْجِبُنِیْ فَکَیْفَ لِیْ هُدَی اللَّذَّاتِ وَالدِّیْنِ۔	دین کے لیے بھی جی چاہتا ہے اور لذات بھی پسند لگتی ہیں مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں۔

تو عورت نے جواب دیا، ایک کو ترک کر دیجئے۔ دوسری خود بخود حاصل ہو جائے گی۔

خائن خدا کے سب کام برباد

(۳۵) جو شخص اپنی خواہشات کی اعانت کرے اس کی عقل ورائے خراب و برباد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عقل جیسی خدا کی دی ہوئی نعمت و امانت ہیں وہ اس کی خیانت کرتا ہے۔ اس لیے وہ اسے خراب و برباد کر دیتا ہے اور ہر شخص کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے کہ جو کسی کام میں بھی اس کی خیانت و خلاف ورزی کرے گا وہ اسے خراب و برباد کر کے رکھ دے گا۔

خلیفہ معتصم کا مقولہ

(خلیفہ) معتصم نے ایک دن کسی دوست سے فرمایا۔ "اے فلاں! جب خواہشات کی نصرت و امداد کی جائے تو عقل خود بخود چلی جاتی ہے"

میں (ابن قیمؒ) نے کسی کو اپنے استاذ (ابن تیمیہؒ) سے کہتے سنا کہ "آدمی جب نقد دراہم میں خیانت کرنے لگ جاوے تو خدا تعالیٰ اس سے نقد یعنی کھرے کھوٹے کی تمیز و شناخت سلب کر لیتا ہے"۔

مقولہ امام ابن تیمیہؒ

تو شیخ ابن تیمیہؒ نے فرمایا۔ "یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے" جو مسائل علم میں خدا و رسول کی خیانت کرنے لگ جائے"۔

قبر و قیامت میں تنگی و کشادگی کے اسباب

(۳۶) جو شخص اپنے نفس کے لیے یہاں (دنیا کے اندر) اتباع ہوا و خواہشات میں وسعت و کشادگی کرے گا اس پر قبر و قیامت اور آخرت میں تنگی کی جائے گی اور جو خواہشات کی مخالفت کرے، اسے دنیا میں تنگ کر دے گا اس پر قبر و قیامت میں کشادگی اور وسعتیں ہی وسعتیں ہو جائیں گی چنانچہ عزوجل نے آیات ذیل میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ

وَجَزٰاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۝ (۷۶، ۱۲) — دنیا میں صبر کرنے کے عوض خدا مومنوں کو آخرت میں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔

خواہشات پر صبر کا بہتر معاوضہ — چونکہ صبر میں جو خواہشات سے نفس کو حبس اور بند کرنے کا نام ہے خشونت وسختی اور تضییق وتنگی ہوتی ہے۔ اس لیے آخرت میں عزوجل اس کے عوض ریشم کے نرم نرم لباس اور جنت کی وسعت وکشادگی اور فراخی عطا فرمائے گا۔

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں "صَبَرُوْا" میں صبر سے مراد شہوات سے صبر کرنا ہے۔

صحبتِ اولیاء سے دہشت — (۳۷) خواہش پرست انسان جس طرح دنیا میں اہل تقویٰ وفرقہ ناجیہ سے گریز کرتا ہے اور ان کی صحبت ومجلس سے اس کے دل دہشت وبے ہوشی طاری ہو جاتی ہے، بعینہٖ اسی طرح آخرت میں بھی اس کے دل پر اتباع خواہشات کے باعث قبر سے اٹھتے ہوئے دہشت اور بیہوشی چھائی ہوگی اور ناجی لوگوں کے ساتھ چلنے سے وہ معذور ہوگا۔

بدمستیِ شہوات سے قیامت کو بیہوشی — محمد بن الورد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عزوجل نے ایک دن ایسا مقرر کر رکھا ہے جس کے شر ومعصیت سے خواہش پرست انسان کی نجات مشکل سے ہی ہو سکے گی، اور قبروں سے اٹھنے کے باعث۔ قیامت کو دیر تک وہی لوگ بدحواس وبے ہوش رہیں گے۔ جو دنیا کے اندر شہوات میں ہمیشہ منہمک وبدمست رہا کرتے تھے اور میدان طلب میں عقل جب کود پڑتی ہے تو مطلوبات کا بیشتر حصہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو صبر کے ساتھ عقل کا توازن قائم رکھے، عقل تو ایک معدن ہے اور فکر اس کا ممد ومعاون ہے۔

خواہش پرستی اور عزائم کی کمزوری (۲۸) خواہش پرستی سے ہی انسان کے عزائم سست و کمزور، اور اس کی مخالفت سے قوی و مضبوط ہوتے ہیں، عزائم ہی ایک ایسی سواری ہے، جس پر سوار ہو کر انسان اپنے خدا دار الآخرۃ تک پہنچ سکتا ہے، اور جب سواری ہی بے کار ہو گئی، تو مسافر کا منزل مقصود تک پہنچنا معلوم۔

زیادہ صحیح العزائم کون ہے یحییٰ بن معاذ سے دریافت کیا گیا۔ کون شخص زیادہ صحیح العزم ہوتا ہے؟ فرمایا، جسے خواہشات پر پورا کنٹرول ہو۔

سلیمان بن حبیب کا مغالبۂ خواہشات اور "بدر" نامی کنیزک کا واقعہ خلف ابن خلیفہ کو سلیمان بن حبیب ابن مہلب کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا، اس کی "بدر" نامی ایک خوبصورت دلنوجوان لونڈی پر نظر پڑی، جو حسن و جمال، اور خوبصورتی و رعنائی کے باعث بدر کے نام سے مشہور جہاں ہو چکی تھی، سلیمان نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خلف سے دریافت فرمایا، کہ آپ اسے کیسی خیال کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا، بادشاہ سلامت! میری آنکھوں نے آج تک ایسی خوبصورت و حسین لونڈی نہیں دیکھی، سلیمان نے کہا، اس کا ہاتھ پکڑ لیجئے اور لے جائیے آپ کی ہو چکی، خلف نے جواب دیا۔ میں نہیں چاہتا کہ بادشاہ سلامت کی محبوبہ کو لے جا کر ان کو خواہ مخواہ گھبراہٹ میں ڈال دوں، کیونکہ میں انہیں اس پر شیفتہ و فریفتہ دیکھ چکا ہوں، سلیمان نے کہا افسوس! میری محبت و شیفتگی کے باوجود آپ اسے لے جائیے، تا کہ آپ کو میرے عزم و استقلال کا پتہ چل جائے، اور معلوم ہو جائے کہ مجھے اپنی خواہشات پر کس قدر غلبہ و کنٹرول اور قبضہ حاصل ہے، خلف نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ شعر کہتے ہوئے چل دیا کہ ؎

لَقَدْ حَبَانِیْ وَاَعْطَانِیْ وَفَضَّلَنِیْ
عَنْ غَیْرِ مَسْئَلَۃٍ مِنْہُ سُلَیْمَانُ عَنْ
اَعْطَانِیَ الْبَدْرَ خَوْدًا فِیْ
مَحَاسِنِھَا وَالْبَدْرُ دُکْرُوْ یُعْطَہٗ اِنْسٌ
وَلَاجَانٌ وَلَسْتَ یَوْمًا بِنَاسٍ
فَضْلَہٗ یَوْمًا حَتّٰی یُغَیِّبَنِیْ لَحْدٌ
وَاَکْفَانٌ

سلیمان نے بن مانگے مجھے انعام دیا اور عام لوگوں سے زیادہ اعزاز واکرام کرتے ہوئے ممتاز فرمایا۔ اس نے بدرنامی جوان وحسین لونڈی جو اپنے محاسن میں یکتا تھی مجھے عطا فرمائی، حالانکہ (بدر) چاند نہ آج تک کسی جن کو انعام ملا نہ ہی کسی انسان کو ملا اور میں ابدالاباد حتّٰی کہ لحد وکفن میں چھپتے دم تک اس کا فضل وانعام واعزاز واکرام نہیں بھولوں گا۔

سوارِ خواہشات کی مثال

(۲۹) خواہش پرست کی مثال، اس سوار کی سی ہے جو سخت زور آور، مضبوط و بدلگام گھوڑے پر سوار ہو، جس کی باگیں ٹوٹ چکی ہوں اور وہ بالکل بے لگام ہو چکا ہو، تو یقیناً وہ اسے یا تو زمین پر ٹپک دے گا، یا کسی مہلک مقام میں لے گھسے گا۔

جنت ودوزخ کی سواریاں

جنت میں پہنچانے والی سب سے تیز رفتار سواری "زہد فی الدنیا" (دنیا سے بے رغبتی) ہے، اور جہنم میں سب سے جلدی پہنچانے والی سواری "حب الشہوات" (محبت خواہشات) ہے اور جو آدمی خواہشات پر سوار ہو جائے، وہ جلد از جلد اسے ہلاکت خیز جنگل میں جا پھینکیں گی۔

اشرف العلماء کون ہے

"اشرف العلماء وہ ہے، جو اپنے دین کو دنیا سے صحیح سالم لے نکلے، اور خواہشات کو سخت بیڑیوں میں جکڑ دے۔"

خواہشات ومقولہ عطاء رح

عطاء رحمہ اللہ کا مقولہ ہے۔

"جس کی خواہشات، اس کے عقل پر اور اس کی جزع فزع و گھبراہٹ

اس کے صبر پر غالب آجائیں تو وہ ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔

خواہشات کا بُت

(۴) "توحید" و "خواہش پرستی" دونوں باہم متضاد اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں، کیونکہ خواہش ایک بت ہے اور ہر شخص کے اندر اس کی خواہش کے مطابق ایک بت موجود ہے، جتنی خواہش زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ بت بڑا ہوگا اور جس قدر خواہش کم ہوگی اسی قدر وہ بت چھوٹا ہوگا، اور انہی بتوں کو توڑنے اور خالص اپنی پرستش کروانے کے لیے ہی عزوجل نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ بت شکنی وکسر اصنام سے خدا کی یہ مراد نہیں کہ مجسم بت توڑ دیئے جائیں اور دل کے اندرونی بتوں کو چھوڑ دیا جائے، بلکہ عزوجل کا مقصد تو یہ ہے، کہ سب سے پہلے اندرونی بتوں کا ستیاناس کیا جائے اور دل کے اندر چھپے ہوئے بتوں کی بیخ کنی واستیصال کیا جائے

بُتِ مجسم و بُتِ خیال

حسن ابن علی متطوعی فرماتے ہیں

"ہر آدمی کا بت اس کی اپنی خواہشات ہیں، جو شخص انہیں اپنی مخالفت خواہشات کے ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، وہی جوانمردی وبہادری کے خطاب کا مستحق ہے"

آپ غور تو کیجئے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول پر۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (۲۱-۵۲) یہ کیا مورتیاں ہیں؟ جن پر تم بیٹھ رہے ہو

تو ان تمثالوں پر کیسے چسپاں کریں گے، جو دل کے اندر ہوتی ہیں، جنہیں وہ چاہتا ہے، جن کا اعتکاف کرتا ہے، جن کا مجاور بنا رہتا ہے اور خدا کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتا ہے۔

عزوجل کا ارشاد ہے

اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰاہُ ط	کیا کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور بھی کیا
اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا o	جس نے ہوائے نفس کو اپنا معبود قرار دے
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ	رکھا ہے کیا تم اس شخص کے وکیل ہو او، کیا تمہارا
اَوْ یَعْقِلُوْنَ o اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ	خیال ہے کہ اکثر ان میں سے سن سمجھ سکتے ہیں! یہ
بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا o	لوگ تو یقیناً چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی
(۲۶ - ۴۳ - ۴۴)	گمراہ تر ہیں

امراض قلبی و بدنی کا اصل سبب

(۱۴) خواہشات کی مخالفت امراض قلبی و بدنی کے ازالہ کا موجب، اور ان کی اطاعت و متابعت

ان امراض کے لحوق کا باعث ہوتی ہے، تو معلوم ہوا کہ امراض قلب تمام تر اتباع خواہشات سے پیدا ہوتی ہیں اور خواہش پرستی ہی تمام بیماریوں اور برائیوں کا منبع و سرچشمہ ہے۔

امراض بدنی کا آپ سراغ لگائیں! وہ تفتیش کر دیکھیں تو اکثر بیماریاں آپ کو ایسی نظر آئیں گی، جن کا اصل سبب ہوگا بد پرہیزی اور مناسب خواہشات پر نامناسب کی ترجیح و تفوق"

خواہش پرستی حسد عداوت اور شرارت کا منبع ہے

(۲۴) لوگوں کی باہمی عداوت شرارت اور حسد کی جڑ اتباع

خواہشات ہے، جس نے خواہشات کی تعمیل سے انکار کیا، اس نے اپنے دل، بدن اور اعضاء و جوارح سب کو با آرام کر دیا خود بھی راحت پائی اور دوسروں کو رنج و بلا سے با آرام کر دیا۔

غلبۂ شہوات کی خرابیاں

ابوبکر الوراق کا قول ہے۔

غلبہ خواہشات سے سیاہ قلبی، سیاہ قلبی سے سینہ تنگی اور سینہ تنگی سے

بدخلقی پیدا ہوتی ہے۔ جب خواہشات کا غلبہ ہو جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ سیاہی قلب سے سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔ سینہ تنگی سے بدخلقی پیدا ہوتی ہے۔ جب اخلاق بد ہو جائیں، تو وہ لوگوں کی نظروں میں مبغوض اور لوگ اس کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتے ہیں، تو غور کیجئے کہ باہمی بغض وعداوت سے کتنی شرارتیں کس قدر عداوتیں، کتنی حق تلفیاں اور کتنے ہی دیگر نقصانات ومصائب پیدا ہوتے ہیں۔

غلبۂ خواہشات سے عقل روپوش ہو جاتی ہے

(۴۳) عزوجل نے انسان میں عقل وخواہش دونوں پیدا کر دی ہیں تو دونوں میں سے جس قوت کا غلبہ ہو گا، دوسری طاقت روپوش ہو جائے گی چنانچہ ابو علی ثقفی فرماتے ہیں۔

"جس پر خواہشات نفسانیہ غالب آ جائیں، اس کی عقل روپوش ہو جاتی ہے تو اس شخص کے انجام وعاقبت کو ملاحظہ فرمائیے۔ جس کی عقل پر پردے پڑ جائیں، اور خلاف عقل باتوں کا ظہور ہونے لگے۔

خواہشات وعقل کی جنگ

علی بن سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"عقل وخواہشات کا ہر وقت باہمی تنازعہ اور جنگ وجدال رہتا ہے۔ توفیق عقل کا ساتھ دیتی ہے، اور ذلت وناکامی خواہشات کا ساتھ، اور نفس چونکہ دونوں کے عین درمیان میں کھڑا ہوتا ہے، اس لیے فریقین میں سے جو فریق غالب آ جائے وہ اسی کے ساتھ ہو جاتا ہے

اعضاء وجوارح کے بادشاہ دل کی آزمائش

(۴۴) اللہ عزوجل دل کو اعضاء وجوارح کا بادشاہ، اور اپنی معرفت ومحبت، اور عبودیت کی معدن بنا کر، دو بادشاہوں دو لشکروں

دو مددگاروں، اور دو قسم کے رسد و سامان حرب کے ذریعہ اس کا امتحان لیتا ہے "حق و زہد اور ہدایت ایک بادشاہ ہے، جس کے اعوان و مددگار "ملائکہ" ہیں اور "صدق و اخلاص اور اجتناب خواہشات" اس کا "لشکر" ہے، دوسرے بادشاہ کا اسم گرامی "باطل شریف" ہے، جس کے اعوان و انصار "شیاطین کرام" وجنود الشیاطین" ہیں، اور سامان حرب، اتباع خواہشات ہے، اور "نفس" دونوں لشکروں اور فوجوں کے عین وسط میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہوتا ہے، اور باطل کا لشکر سب سے پہلے نفسانی سرحدات و نواحی نفس کی جانب سے ہی دل پر حملہ آور ہوتا ہے، "تو" نفس" اپنے بادشاہ (دل) کے خلاف سازش کرتے ہوئے دشمن سے مل کر خفیہ معاہدہ و سمجھوتہ کر لیتا ہے، اور دل کو محض زبانی امداد کا چکمہ دے کر بے پرواہ بدمست کیے رکھتا ہے، پھر اندر ہی اندر دشمن کو خود سامان حرب مہیا کرتا اور رسد پہنچاتا رہتا ہے، اور بالآخر خود ہی دشمن پر شہر کے دروازے کھول دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن شہر میں گھس کر اس پر قبضہ کر لیتا ہے، اور دل کو شکستِ فاش اور ذلت و رسوائی نصیب ہوتی ہے

سب سے دشمن شیطان اور خواہش

(۴۵) انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان اور اس کی خواہشات ہوتی ہیں اور سب سے بڑا دوست اس کی اپنی عقل اور وہ فرشتہ ہوتا ہے، جو اس کا ناصح ہوتا ہے، مگر جب وہ خواہشات کے سامنے سپر ڈال دیتا ہے۔ تو گویا خود اپنا ہاتھ دشمن کے ہاتھ میں دے کر اس کا اسیر بن جاتا ہے: اور اپنی شکست سے ہی دشمن کو خوش کر کے اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے برائی و خیانت کرتا ہے غداری کرتا ہے اور یہ بعینہٖ وہی جَهْدُ الْبَلَاءِ وَدَرَكُ الشَّقَاءِ وَسُوْءُ الْقَضَاءِ وَشَمَا

جس سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے، کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جُھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ (مشکوٰۃ)

خدایا! میں سختی و تکلیف، لازمی بدبختی، تقدیر بد، اور دشمنوں کی ہنسی مخول سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

انسان کی ابتداء انتہا اور انجام

(۴۶) ہر شخص کی ابتداء و انتہا ہوتی ہے جس کی ابتداء اتباع خواہشات ہو، اس کی انتہا ذلت و رسوائی، محرومی، اور معیبت دائمی بقدر اتباع خواہشات ہوتی ہے۔ بلکہ مصیبت دوامی تو آخرت میں اس کے لیے دائمی عذاب غبتی ہے کہ ہر وقت اس کا دل مبتلائے عذاب رہتا ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے، ؎

مَآرِبُ کَانَتْ فِی الشَّبَابِ لِاَھْلِھَا عَذَابًا فَصَارَتْ فِی الْمَشِیْبِ عَذَابًا

جوانی میں نوجوانوں کی خواہشات "عذاب" (ترجمہ) تھیں جو بڑھاپے میں عذاب بن گئیں"

ترجیح خواہشات پر عقل کے نتائج

اور حقیقت بھی یہی ہے، اب اگر آپ غور و تامل سے ایک بدحال و بدعادت شخص کی حالت ملاحظہ فرمائیں تو آپ دیکھ لیں گے، کہ اس کی ابتداء دو چیزیں تھیں، ایک انہماک بر خواہشات، دوم عقل و فکر پر خواہشات کو ترجیح، اور جس کی ابتداء، مخالفتِ خواہشات، "داعی رشد کی اطاعت" ہو گی، اس کی انتہا، عزو شرف، غنا و تونگری اور خدا و مخلوق خدا کے ہاں قدر و منزلت، ہو گی۔

شباب میں ترکِ خواہشات کا نتیجہ حسنہ

ابو علی دقاق فرماتے ہیں۔ "جو شخص شباب میں خواہشات و شہوات پر قابو رکھے، خدا تعالےٰ اسے کہولت و بڑھاپے میں عزت و وقار عنایت فرمائے گا۔"

ضبط و دانشمندی مہلب بن ابی صفرہ سے دریافت کیا گیا، آپ کو یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوا؟ اس نے جواب دیا: ضبط و دانشمندی کی اطاعت اور خواہشات کی نافرمانی و انکار کی بدولت، یہ تو تھا دنیا کا آغاز و انجام رہی آخرت تو اس میں عزوجل نے منکر و مخالف خواہشات کا انجام و انتہا جنت۔ اور خواہش پرست کی انتہا نارِ جہنم مقرر فرمائی ہے۔

خواہشات، اور غلامی و آزادی (۷۴) خواہش و ہوائے نفس دل کے لیے غلامی، گردن کا طوق اور پاؤں کی بیڑی ہے۔ اور اس کا پیرو ہر بدخصلت و بدعادت کا اسیر ہوتا ہے، تو جو شخص اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر اس کی اطاعت سے انکار کر دے، وہ اس کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے، اور گردن سے طوق اور پاؤں سے بیڑی اتر جاتی ہے، اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہو جاتی ہے، جو پہلے رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ یعنی بہت سے لوگوں کا مشترکہ غلام تھا اور اب سَلَمًا لِرَجُلٍ یعنی محض ایک کا..... ہو گیا ہے

رُبَّ مَسْتُوْرٍ سَبَتْهُ شَهْوَةٌ
فَتَعَرَّى سِتْرُهُ فَانْهَتَكَا
صَاحِبُ الشَّهْوَةِ عَبْدٌ فَإِذَا
غَلَبَ الشَّهْوَةَ أَضْحَى مَلِكَا

اکثر مستور الحال ایسے تھے جو در پردہ اسیر شہوات تھے اس لیے محترم رہے مگر جب پردہ اٹھا تو وہ ذلیل و رسوا ہو گئے، مغلوبِ الشہوات غلام و مملوک ہوتا ہے، لیکن شہوات پر جب غالب آ جائے تو وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔

عبد الشہوات ابن مبارک کا شعر ہے

وَمِنَ الْبَلَاءِ وَلِلْبَلَاءِ عَلَامَةٌ
أَنْ لَا يُرَى لَكَ عَنْ هَوَاكَ نُزُوعٌ

یہ بھی ایک بلا ہے اور بلا کی علامت یہ ہے کہ ترک خواہشات کی امید بھی تجھ سے منقطع ہو جائے

اَلْعَبْدُ عَبْدُ النَّفْسِ فِیْ شَهَوَاتِهَا
وَالْحُرُّ یَشْبَعُ تَارَۃً وَیَجُوْعُ

غلام وہ ہے جو شہوات میں نفس کا غلام ہو جائے
لیکن آزاد کبھی سیر شکم ہوتا ہے کبھی بھوکا رہتا ہے

تارک خواہشات کا مقام و مرتبہ اور انجام

(۴۸) مخالفت خواہشات انسان کو ایسے مقام میں پہنچاتی ہے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کو بھی کسی کام کی بھی قسم دے تو اللہ عزوجل اسے پورا کر دے، پھر عزوجل اس کی فوت شدہ خواہشات سے بھی اس قدر زیادہ حاجتیں پوری کرتا ہے، جو ان خواہشات سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتی ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہوتی ہے کہ کسی کو مینگنی پھینک دینے کے صلہ میں بیش قیمت موتی انعام مل جائیں، مگر اس کے برعکس خواہش پرست سے اس کی پُر کیف زندگی اور اس قدر بے شمار دنیوی و اخروی فوائد فوت ہو جاتے ہیں جن سے اس کی عمر بھر کی مظفر و کامیاب خواہشوں کو یقیناً ادنیٰ سی نسبت بھی نہیں۔

ترکِ شہوات اور یوسف علیہ السلام

یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق غور کر دیکھئے، آپ نے جب حرامکاری سے اپنے نفس کو کامیابی کے ساتھ بچا لیا تو جیل کی بند کوٹھریوں سے رہائی پاتے ہی آپ کے ہاتھ پاؤں زبان اور نفس کس قدر کشادہ ہوئے اور انہیں کس قدر وسعت و فراخی نصیب ہوئی۔

ترکِ خواہشات اور ایک خواب

عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں "میں نے خواب میں سفیان ثوری کو دیکھ کر دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا، کہنے لگے، کہ قبر میں پہنچتے ہی مجھے عزوجل کے سامنے پیش کر دیا گیا، عزوجل نے معمولی و سہل سا حساب لے کر جنت میں چلے جانے کا حکم صادر فرمایا، اور میں وہاں چلا گیا، اتفاقاً میں ایک دن بہشتی باغوں اور نہروں میں پھر رہا تھا، نہ وہاں کوئی آواز تھی اور نہ حس و حرکت کی آہٹ کہ اچانک کان میں آواز پڑی، کوئی بلا رہا ہے، سفیان بن سعید! میں نے کہا، جناب سفیان حاضر ہے

اس نے کہا آپ کو یاد ہے؟ ایک دن آپ نے خواہش نفسانی پر خدا تعالیٰ کو ترجیح دیتے ہوئے خواہش کو ترک کر دیا تھا میں نے کہا یقیناً بخدا۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ ہر طرف سے مجھ پر سب چیزیں قربان ہونے لگیں۔

ترکِ خواہشات، قبولیت کا سبب

(خلیفہ) ابوجعفر (منصور عباسی) نے مکہ شریف کی طرف چلتے وقت خشابین (جلاد ان و صلیب افراز) کو یہ کہتے ہوئے روانہ کیا کہ سفیان (شاید ثوری) جہاں ملے، سولی چڑھا دو، تو انہوں نے مکہ شریف پہنچ کر سولی نصب کر دی۔ اور تلاش و تفتیش شروع کر دی، سفیان چونکہ اس وقت فضیل (بن عیاض) کی پناہ میں تھے، اس لیے اس کے ساتھیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ خدا سے خوف کیجیے اور دشمنوں کو خندہ زنی کا موقعہ مت دیجیے، فضیل اٹھے اور بیت اللہ میں آ کر غلاف کعبہ کو پکڑ لیا اور دعا کی، خدایا! ابوجعفر مکہ میں آ پہنچے تو میں سفیان کی حفاظت سے بری الذمہ ہوں۔ تو مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ابوجعفر کا دنیا سے خاتمہ ہو گیا۔ مخالفت خواہشات کا نتیجہ دیکھیے اس نے فضیل کو کس درجہ و مقام پر پہنچا دیا۔

ترکِ خواہشات کے ثمرات و برکات

(۴۹) خواہشات کی مخالفت سے دنیا و آخرت کا شرف اور ظاہر و باطن کی کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر ان کی اتباع و اطاعت سے انسان کو دنیا و آخرت میں رسوائی، اور ظاہر و باطن میں ذلت نصیب ہوتی ہے۔ اور جب تمام لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو فرشتہ یہ منادی کرے گا، آج سب کو پتہ چل جائے گا کہ آج کے روز اہل کرم کون ہیں، خبردار متقی و پرہیز گاروں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اٹھیں، اور اپنے عز و شرف کے مقام میں تشریف لے جائیں، تو وہ اٹھ کر اپنے اپنے مقامات میں چلے جائیں گے، لیکن پرستاران خواہشات، خواہشات نفسانیہ

کی بدولت اوندھے منہ گرے ہوئے وہیں اپنی مصیبت اور خواہشات کے پسینہ و گرمی اور دھوپ میں کھڑے ہوں گے اور ادھر وہ عرش الہٰی کے سایہ میں عیش و خوشی اور پورے سکون و صبر اور آرام و اطمینان سے بیٹھے ہوں گے۔

عرش الہٰی کے سایہ میں (۵۰) آخرت میں جن سات قسم کے لوگوں کو عرش الہٰی کے سایہ میں جگہ ملے گی، غور و تامل سے دیکھا جائے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جو مخالفت خواہشات کی بدولت اس مرتبہ پر فائز المرام ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ طاقت ور اور غالب و مسلط بادشاہ اپنی خواہشات کو چھوڑ کر ہی عدل و انصاف کر سکتا ہے۔ اسی طرح جوانی کی امنگوں پر عبادت الہٰی کو ترجیح دینے والے نوجوان میں ترک خواہشات کا مادہ نہ ہو، تو وہ کبھی اس پر قادر نہ ہو سکے۔ علی ہذا القیاس جس کا دل خانہ خدا اور مساجد سے لگ چکا ہے وہ لذات اور خواہشات کے سب مقامات پر لات مار کر ہی مسجدوں میں بیٹھ سکتا ہے، ورنہ ہر طرف منہ نہ اٹھائے پھرے۔ اسی طرح جو شخص صدقہ دیتے ہوئے اس قدر اخفا کرتا ہے کہ دوسرے ہاتھ تک کو خبر نہیں لگنے دیتا۔ آخر وہ کونسی چیز ہے۔ جو اسے اس قدر اخفا پر مجبور کرتی ہے۔ علی ہذا القیاس جسے ایک اعلیٰ خاندان کی حسین و خوبصورت عورت خواہش نفسانی کے لیے بن بلائے خود دعوت دے رہی ہو۔ اور وہ خوف خدا سے کانپ اٹھے تو یہ بھی مخالفت خواہشات ہی کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح جو شخص تنہا خالی مقام میں بیٹھ کر اپنے پروردگار کو یاد کر رہا ہے اور اس کے خوف سے ڈرتے ہوئے زار و قطار رو رہا اور آنسو بہا رہا ہے آخر اس حالت تک پہنچانے کے لیے وہ کونسا ہاتھ ہے۔ جو پس پردہ کام کر رہا ہے۔

خواہشات پرست اور میدانِ محشر کی سختیاں

یہی وہ برگزیدہ اوصاف ہیں جن کے ہوتے ہوئے میدان محشر کی شدت وسختی، دھوپ اور پسینہ کو ایسے بہترین لوگوں سے کچھ واسطہ نہیں ہوگا۔ مگر اس کے برعکس خواہش پرستوں کا یہ حال ہوگا کہ دھوپ سے پگھل رہے ہوں گے اور پاؤں سے سر تک پسینہ میں غرق اور ڈوبے ہوئے ہوں گے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اس حالت کے بعد قید خانہ خواہشات کے داخلہ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ عزوجل سے درخواست ہے کہ ہمیں نفس امارہ کی خواہشات سے پناہ دے اور ہماری تمام خواہشات کو محض اپنی رضا و محبت کی اطاعت کے لیے وقف فرما لے۔ وہ سب کاموں پر قادر اور اجابت دعا کا اہل ہے۔

تمت بالخیر

کتابت:۔ عبدالرشید کیلانی پھالیہ ضلع گجرات۔